مکمل ڈرامہ

گلِ وزنیہ

باب پہلا سین پہلا

دربار

(دربار آراستہ ہے۔ سب درباری اپنے اپنے مرتبہ
پر بیٹھے ہوئے ہیں مگر دربار میں بادشاہ نہیں)

گانا

سب گا۔ گھانانا نا برسے گھور گھور بادل رحمت کا چھایا ہے ارض و سما
گھانا نا کھلا ہے کیا گلزار جگت میں خلقت گاوے گن ہے تیرا برتر
ہے اعلیٰ رب سے والا افضل اور بالا سرور ہے اولیٰ کرم کا
تو کر بیڑا پار دائم ہے مولا جاوید ان ہے دیشان فانی ہے
دنیا کا جھگڑا ہے جگت نت الکدم تک تک جب پران چھوڑن
لاگت ڈھا ڈھا ڈھا ڈھا دے رنگ رنگ تو رنگ چھب کے گھانا نا

پہلا درباری ہاں بھر دے ساقی آج پیالہ شراب سے
خالی رہے نہ جام بھی اس شراب سے

دوسرا ہونا ہے رنگ صحبت عیش پری رخاں
دنیا کا لطف ہووے مہیا شراب سے

مشہور عالم پریس لاہور بیرون دروازہ شیرانوالہ باہتمام پنڈت رگھناتھ داس منیجر چھپا

بلقیس۔ اے رقاصان نازنین رشک بتان چین اے رامشگران حسین گاؤ گاؤ کوئی دلچسپ راگ سناؤ۔ شراب میں اپنا رنگ جماؤ۔
اؤ یک رم تم بھی جھلک جاؤ میرے بہادرو۔ پیو اور پلاؤ۔ غٹا غٹ چڑھاؤ بوتل کا کاک اوڑاؤ۔ ناچ رنگ کے دور میں جام شراب کو وہ گردشیں دکھلاؤ۔ وہ ناچ نچاؤ کہ رامشگران بھی ناچنا بھول جائیں۔ پھر بزم شرابیں چکر میں آئیں۔
گلرو۔
جو مردہ دل کو خیال کئے لن ترانیگا
اثر اس پری کا یہ ہو جس کو بھی لوجوانیگا
پیئے شراب تو پائے مزا زندگانی کا
گانا
رامشگران۔ اری آؤ خوش گھڑیاں مناؤ ری۔ مناؤ مناؤ مناؤ ری ارے گھر گھر مگن رت چھا رہی ہے۔ عیش و خوشی سے مناؤ رنگ رلیاں۔ پیو پلاؤ۔ دکھلاؤ چہل پہل منا ؤ ری۔
ڈاہو کل۔ واہ واہ واہ ایک ہاتھ میں میخانہ۔ میخانے میں پیمانہ۔ پیمانے میں مے لانا ہے۔ لانا ہے رقصانہ۔ اور رقص میں ہے گانا۔ گانا بھی ہے مستانہ مستانہ ہے جانانہ۔ بزم سلیمانہ۔ تیرے ناچ گانے پہ اے نازنین ہزار آفریں صد ہزار آفریں۔ یہ صدائے چھن ہوئے چھن سے چھن جو ہیں بولتے تیرے گھنگرو۔ گیا دل بھی چھن۔ گیا سینہ چھن جو ہیں بولتے تیرے گھنگرو۔
یہ ناچ رنگ ہو۔ یہ رنگ ڈھنگ ہو صحبت کا رنگ ہو۔ یہ پونکا سنگ ہو مجلس میخوار ہو۔ دل میں ترنگ ہو۔ آتی امنگ ہو۔ پھر کیا درکار ہو۔ دور شراب ہو۔ چنگ رباب ہو۔ لطف شباب ہو۔ بر میں دلدار ہو۔ دل میں ترنگ ہو۔ بھاڑ سے میں بھنگ ہو۔

اذبک - یہ تو بہک گئے۔ لٹو ہو گئے۔ آپ کا یہ سن رسالی دیکھو یہ قیل و قال دیکھو

گانا

دھونکل - ہا ہا ہا چھا چھم ناچ کیا ہے رے۔ نظر کا مارا ستم کا مارا گیا میرا دل جان۔ بجلی نے مارا بلک نے مارا گیا ہیں بے جان۔

اذبک - شکم پھولایا۔ بھرم گنوایا۔ ہو لیے کیا خفقان۔ کب بھلایا غضب پڑھایا ہوا ہے کیا نادان۔

دھونکل - دمک نے مارا چمک نے مارا۔ کروں میں جان قربان ٹھمک دکھلانا جھلک دکھلانا۔ پھر تو میری جان آ ہا ہا ہا۔

گلرو - ہاں ہاں یہ ہمارے دھونکل پہلوان کی توند ہے یا روئی کی گونڈ ہے۔ پیٹ ایسا گول ہے۔ گویا بنا بنایا ڈھول ہے۔

دھونکل - زباں بند کریں زیادہ باتیں بنا ، زیادہ زبانی مسخراپن جتا
جو دوں میں سلیقہ جسم کا کچھ بھی زور ، تو دب کر یں چلے گا خود مور

اذبک - سپر پانی جس کے پیٹ کا دھونکل نہ چل سکے
تو خود وہ کیسے زور پہ اوٹھ اوٹھ چل سکے

دھونکل - دکھاؤں تجھ کو ہے مجھ میں کس قدر پانی۔

گلرو - دھونکل بھی پہلوانوں میں ہوتے شمار ہیں۔

اذبک - وہ پہلوانی میں تو بڑے ہوشیار ہیں۔

دھونکل - تجھ سے جی نے بھی پاؤں نکالے۔ ارے آ ذرا سے میرے بھولے بھالے گود کے پالے گلرو شیر خوار متوالے۔ جب تو پالنے میں جھولتا تھا۔ اوس وقت میرے نام سے چین ماچین تک کا بچہ بچہ

گلرو - بے شک اکثر عورتیں بہت ڈرتی تھیں۔ جدھر سے آپ گذرتے تھے بچے شور کیا کرتے تھے کہ بھاگو بھاگو بڑا پیٹو آیا بڑا پیٹو آیا۔

دھونکل - میرا نام سر زار ہو رہا ہے اس ، ہے تاریخ میں سنے کیا ملک میں [illegible]

شادمان ہو وے دن یا بہار کا۔ ایسو زن دن ہو وے مبارک گانا
بجانا ہو جادو یہاں۔ پیر و جوان ہوئے شادماں۔ چمبا چنبیلی گل پھنے
چمن میں پھولے پھلے آم پکیاں سے دن پایا

جہاندار شاہ۔ سبحان اللہ کیا عمدہ گانا ہے۔ کیا خوب تراز ہے۔ گانا جادو کا اثر
رکھتا ہے۔ گانا ہوا لافانی دعوے کرتا ہے۔

گانا

کیا ہے مزہ شیریں گانا۔ گنیں گاویں گنی پہچانتے کیا ہے۔
رس بھری تانیں لیوے نت جانیں گانا بھید ہر کو جانے کیا ہے

پہلا۔ شہنشاہ کی ہو عمر سردم دراز — کرے بول بالا تیرا اکار ساز
جو باتی عمدہ راگ ہو اشتیاق — ہنر یا ہو گویں تان اور لگاتار
سب سمر و زن چھوڑ کر کاروبار — سنتے صدا ہیں ہو کے بے اختیار

دوسرا۔ انسانوں کا کیا ہے تذکرہ حیوان بھی تو ہیں فدا۔ شجر درخت ارض و سما
گاتا ہے سب کو مزا آتا

شاہ۔ ذکر راگ رنگ تو دربار میں سب نے کیا — پر گلرو کس لئے خاموش لشکر ہو گیا
کیا نہیں ہے نوجواں دل میں تیرے اس کا مزا

گلرو۔ شاہ کا فرمان درست و بجا ہے مجھے گانے کا بھی مزا ہے سو
مگر زیادہ تر شوق ہے دل میں میرے گرز و سنان تیر کا
میں مزا رکھتا ہوں شاہا جنگ کی تدبیر کا
سامنے دشمن کے دکھلاؤں جوہر شمشیر کا
دیکھے میدان میں میرا گھیرا آ تیر کا
گرز میرا کھا کے ہوتا پیلتن بھی تنگ ہے — راگ میرا شور ہے اور یہ ہاتھ میرا چنگ ہے
گانا ہے خیال میں دھیان میں میرا لڑنا ہو کچھ شاہا میدان میں تو ڈکر مرا
کر ڈالوں جانی لاکھ تیغ ہوں نامی بہادروں خون کا دریا چلوں

کروں خوب لڑوں ایک نہ بچے ذریعے۔ ہے خیال میں۔
شاہ۔ شادماں شاداں ہے جی میرا کیا۔ تجھ سے نادر کم ہیں شاندار
تجھ سا نہیں پایا۔ تو شیر انہ ہے مردانہ خیرخواہ دل دلگا کیا
تجھ سے جی خوش ہے میرا۔ ہے تو سچا آن بان ذیشان لاثانی
لاثانی۔ پایا میں نے ایسا ہی جوان ہے سید و شاہ ہو نکاسر
کو جھکاؤ۔ بے شک سردار دربار سرکار کے تو ہے شایاں، شادماں

(دہقانیوں کا اندر سے پکارنا)

سب۔ حکم کے دتا آگے پھریاد ہے پھریاد۔ سنگ ہے اجڑ بیٹھے پھریاد ہے
شاہ۔ یہ کس کی فریاد ہے۔ کس پہ بیداد ہے۔ کیا شور ہے۔ لو ذر
وزیر جا کے غور سے یہ کس پر ظلم و جور ہے۔
چوبدار۔ (آکر) اے سلطان ہفت کشور، شہنشاہ بحر و بر۔ دشت عنبر
کے چند پیشہ ور کسان آہ و فغاں گریاں و نالاں ہیں حضور کے خواہیں
دہوکل۔ ہیں یہ بلائے ناگہانی کہاں سے آئی۔ مردم شماری کی طرح یاد ہو گئے
سب کے سب مجرانی کہاں سے آن پڑے۔ راہ میں کہیں ڈو بھی مر
شاہ۔ جلد ان کو حاضر دربار کر۔ انصاف کا امید وار کر۔ (جانا چوبدار کا)
لوذر وزیر میں نہیں خیال کر سکتا کہ میری دہشت عنبر کی نو آباد
رعایا پر کیا دکھ آیا۔ جو میری اس خوشی میں فریاد کا شور مچایا۔
پہلا دہقانی۔ (اندر آکر) اے رام رام مکدم جی جے ہم کہتے اسکے۔
دوسرا " ۔ کا بیکنٹھ کو پہنچو جوئی ہے رام رام کا ہریالی ہے۔
تیسرا " ۔ ارے کہا موہن جوں ورت ہو با دشاہ لوکن کی محل ایسی ہوئی ہے
شاہ۔ اے میرے بھولے بھالے کسانو بیان کرو کیا تم پر ظلم و جور ہوا
ہے جو فریاد کر کے یہاں آئے ہو۔
پہلا۔ کا بس سلامت جو ہی ہیں جو اونچے ٹیلے پر کو کت ہیں۔

دوسرا نوذرت۔ ارے چپ چاپ ٹیلہ پہ کوکت ناہیں اونچے چبوترا پر چڑھاوت ہے
بیاں گرجال آگے نکے لان سب ہیں بوڑاہو
ترا پیشہ ہے کیا تو کون ہے کیا نام تمہارا ہے

دہقانی۔ حجور بادشاہ ہمرو نام تو جالم ہے۔ پڑھو یا بتائے رکھے عنبر کے کسان میں مقدم ہوں۔ گڈریا کہلاوت ہوں۔ ہمرے گام میں ایک ٹھو جنگل ڈھور ڈور کے چار وتائیں ایک لک کو چھوڑت ہے۔ پالی جنگل میں ہمرو بکھرے ہے۔ حجور بالک والات کمٹو قبیلہ سب روحت ہیں۔ ادھیتے ہیں یا میں میوا کو ور کھوٹ بھی ہٹا دو ہیں ایک نئی بلاکے ہو اکو ناس جاسے تلی ہے

دہونکل۔ یا اللہ یہ کیا آفت آئی۔ ان جنگلیوں نے کیا بات سنائی۔ دیکھیں و ناکس کرت ہیں

دہقانی۔ حجور ایک بھوجات کے لکھیا کرور ون جتنا در بھوروجا کا نام بھی ہے مانس جوان کو بھاڑ کھاوت ہے۔ دانت ہاتھی کے سے اور سر پہاڑ سا دکھائی دیت ہے۔ چاروں اور سے ہمارے جنگل ماں در آئے آن پڑے ہیں۔ سگرو کھیتی پھل میوہ او جاڑ دیو ہمرو ڈھور ڈھنگر بھی بھاڑ کھاوت ہے۔ اب مانس کو کھاوت ہے۔ سگرے دیس ماں بھدر پڑی ہے۔ ملک اجڑ بھیو جات ہے۔

دہونکل۔ ان کا ناس جائے کمبخت جانوروں کا جھگڑا ابھی دربار میں لائے

شاہ۔ میرے عہد میں ہو رعایا کو غم ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم
بس اب جاؤ جب تک یہ دکھ دور نہ ہو جائے گا یہ سلطان بھی
آرام سے نہ سوئیگا۔

گانا

دہقانیونکا۔ جیونداتا ہمرے جیو جیوں سکھ پائے۔ من کی آسا پائی رے
دکھوا ہمرے کھولی گن سدا ہم گائیں تمرو سگھی سکھی سب ہوئے مالک
جگ جگ راکھیو رے۔

شاہ۔ اچھا اے بہادرو مجھے قوت تمہیں سے ہے
دربار بادشاہ کی زینت تمہیں سے ہے
ہر لحظہ مشورت کی ضرورت تمہیں سے ہے
اس ملک و دل کی حفاظت تمہیں سے ہے
نازاں ہوں تم سے دلیرو تم پہ مجھ کو غرور ہے
مخلوق کو بلا سے بچانا ضرور ہے

نوذر۔ زندہ بخت باج پہ تو نیک نام ہو — اقبال عمر کا سبب ہو نصرت مدام ہو
دشمن جو تیرے ملک کا عالم تمام ہو — ہو پیدا اس کو دیو د نکا بھی اژدہا ہو
تیرے بہادروں کا یہ ادنیٰ سا کام ہو
جو کام اس بلیہ کا دم میں تمام ہو

دھونکل۔ حضور ان جانوروں کا کیا فکر ہے۔ آپ کیا ہی فکر ہے۔ ان کا توصحرائی نام ہے۔ جنگلوں میں ہی رہا کرتے ہیں۔ آج یہ آئے ہیں چلے جائینگے۔ کیا وہ اپنا گھر بنا بیٹھینگے۔ ان کا کوئی مقام ہے۔ یا کوئی قیام ہے۔ ان بیچارے کسان ناداں نا حق حیران پریشان ہوئے۔ دو چار گاؤں کے کسان اکٹھے ہو جاتے، رسوں سے جکڑ لیتے۔ پھر حضور دیکھتے کیسی تلوار چلاتا۔ سب کا خون بہاتا اکیلا ہی سب کا سر اوڑاتا۔

شاہ۔ نہیں اس کا بند و بست ضرور ہے۔ میرا خیال بعید دور ہے کہ اگر سرحدی ملک ویران ہوگا۔ تو ہمارے جانی دشمن شاہ چین کا پورا ارمان ہوگا۔ وہ ان پر قبضہ کریگا۔ پھر فساد بڑھیگا۔
بہادر وہ رستم جو تھا نامدار — تم آرام پاتے تھے تیغ و تہار
گیا ہے وہ رخصت کو سوئے دیار — یہ تکلیف ہوگی تمہیں ایک بار
(آخر نانجی کے مخاطب ہوکر) ایک طشت بے بہا جواہرات سے بھرا کر

دھونکل۔ (ملتجیانہ ہوکر) اس کمبخت رستم کو بھی آجکل ہی جانا تھا۔ یہی

رخصت کا زمانہ تھا اگر ایسا ہی جانا تھا تو دس پندرہ روز اور ٹھیر جانا۔ وہ ہوتا تو یہ بلا اس کے گلے پڑتی اس کو کیا کی سر چڑھی تھی۔
(غزالی طفلت لاکر کھڑا کرتا ہے)

شاہ۔ ہیں یہ پہلوان یہاں پیر و جوان۔ بڑے جنگجو ہیں یگانہ۔ ان میں سے آن بان۔ یہ ہیں صاحب نشان رستم زمان۔ دکھائیں بہادری۔

گانا

آج مورے من کی منشا بھئی۔ آج مورے مورے من کی منشا بھئی
سب ہیں چہرہ سنگ باشی دار ڈار اور پات پات پہ جو اعلیٰ نئے
نذر جی سبھے اور جیا جیت بھئی آج مورے
کون دشمن پہ پاند سے مار مار ہیں مارو رے پڑے جو۔ پڑے ہو تو چوالوں
ہو تم چہرن پیچھے دباب اور ہیں تخت بھجیا اٹھا مورے۔
(گانے کے بعد سب درباری حیران ہو گئے ہیں اور سب کے چہروں کو دیکھکر یہ کہتا ہے)

گروہ۔ ہو سلامت ہمیشہ سرور | سدا ہو اقبال تیرا یاور
تمہارا قربان لشکر سر | بہادر ویسے جھکاتے ہیں سر
مگر یہ بندہ ذلیل و احقر | کرے گا قربان سر قدم پر

گانا

ڈر نہیں دل میں ذری ہے۔ بڑی ہے، بڑی ہے ہمت بڑی ہے۔ عرض میری ہے، منشا یہی ہے۔ جیتا نہیں ہے پڑا نہیں ہے جانا وہیں ہے۔ ڈر نہیں۔
جھٹ پٹ جا سب قتل کرونگا نہیں دشمن کی مجھے پروا جیتا
من کی یہی ہے ٹھانا ڈر نہیں۔

وھونکل۔ (علیحدہ ہو کر خوش ہوتا) چلو یہ خوب پھنسا میں تو بچا۔

نوذر ۔ اے لختِ دل تو ہے سوا مجھ کو جان سے
میں جان باب ہوا ہوں تیرے اس بیان سے
بیٹا یہ کیا سمجھ کے نکالا زبان سے

گلرو ۔ عزت ہے بابا جان سوا مجھ کو جان سے
آیا ہے خون جوش میں شاہ کے بیان سے
ہمت نے ہے قرار کرایا زبان سے

نوذر ۔ سمجھا ہیں مال و زر پہ فدا تیری جان ہے
لکھ داؤں کا سو نے چاند بیٹا تجھ کو گمان ہے
کس بات پہ گھمنڈ تجھے نوجوان ہے
جو تو نے جان دینے پہ کھولی زبان ہے

گلرو ۔ قربان شاہ کے حکم پہ میری جان ہے
ہرگز نہ مال و زر پہ فدا میری جان ہے
خاموش سنکے حکم جو پیر و جوان ہے
ہمت نے دل کے جوش سے کھولی زبان ہے

شاہ ۔ آفریں باد بریں ہمتِ مردانۂ تو

گانا

تو نے کیسا ہی گن پایو واہ رے پہلوان تیرے سخن سے
جیا خوش میرا تو نے کیسا
پائی امنگ سامان جنگ کی ترے سخن سے جیا خوش میرا تو نے

نثر ۔ غفلت سے دور ہے عنبر کی راہیں منزلیں ۔ اگر تجھے درکار ہے ۔ رہبر لے اپنے ساتھ ڈھولکل ۔

ڈھولکل ۔ ارے ارے یہ کیا کہا کسے ساتھ کیا میرا نام کیوں لیا ۔

شاہ ۔ یہ واقف ہے راہوں سے ۔ بچائے گا بلاؤں سے یہ بھی ہے

سوریاؤں سے لے اپنے ساتھ دھونکل۔
دھونکل۔ اے جہاندار شاہ دھونکل تابعدار ہے۔ جانے سے کیا عار ہے مگر
ساتھ گلرو کے میرے جانیکی حاجت کیا ہے۔ رہبری کے لئے
دھونکل کی ضرورت کیا ہے۔ دریافت ہوتے کرتے تو اقتران ساری
دنیا میں پھرآتا ہے۔ بلکہ خدا انکے ہمیشہ ساتھ چلتا ہے۔
گلرو۔ صحرائے عنبریں نہیں کچھ ایسا دور ہے   دھونکل کو ساتھ لوں یہ بھلا کب ضرور ہے
میری مدد پہ وہ میرا رب غفور ہے
شاہ۔ نہیں گلرو یہ تیرا گمان ہے۔ اس کے ساتھ لے لینے میں کیا نقصان ہے
ایک سے دو اچھے ہوتے ہیں۔ چل اب ہم تجھے رخصت کرتے ہیں۔

گانا

سب کا۔ نیغزن شیریں من، شاد کام جاؤ جاؤ۔ آبرو میں ہلتیں شاد کام آؤ آؤ
کارکن ہار بھن نیک نام پاؤ پاؤ۔ ہاں ہاں جلدؤ جاؤ۔ اس جا اس جا
گھٹ واتا ہے۔ بیچارہ بارہ چارہ کرنیا سراں سراں بجاں مالک اسکا
پھرا شادمان تو رہے تسونئے روپیے کے لئے اعلیٰ بالا قدرت والا
نہ یارہ جا پہلوان خیزاں اس آں کو ہے یکتا بندے تیرے سارے
دیکھے بھالے کچھ سا نہیں دل سنبھلے۔ سب کو بھن سے گھیر
لیا ہوگا۔ نیغزن (گاتے گاتے اندر جانا)

باب پہلا   سین دوسرا

(کسان کی جھونپڑی)

گانا

عورت۔ ہے کیسی پھرتی مزے میں پیاری جان، گاؤں میں رہوں خوشحال
میں ہوں کیسی مگن مگن پیاری جان۔ چال پٹک لوں نین مٹک

ہراک چھپن میں سبھلی بیاری کیسی۔
نثر۔ مورے اللہ یہ کیسی خواری ہے تتنے ساری عمر میں تو ایک بالک دیو ہے وہ بھی ایسو سٹریہ ایسو کم عقل دن رات کھیل کود کا دھیان ہے۔ اور نہ کچھ کمائی کا دھیان ہے۔ نہ کھیتی باڑی کا کچھ خیال ہے۔
(زور زور سے آواز دینا) مراد، مراد ارے او مراد۔
مراد۔ (بلند سے آواز دینا) ہوری ماں آئیو آئیو۔ تنک دیر ٹھاری رہو آئیو۔

کانا

کوئی مو سے کھیلن کو ٹیسو منگا دے اری کیسو منگا دے۔ ٹیسو منگ کے جلد ٹیسو میں بھروں اور دل سے بھجن گناؤں۔ رت منگل نیا کھیل نت دو باڑی روپ بناؤں۔ کوئی مو سے۔
عورت۔ بیٹا یہ کھیل کود چھوڑ جا کچھ کام نہ آئے۔ دیکھ دیکھ ننھے ننھے بالک تین تین روپیہ کی نوکری کرت ہیں۔
مراد۔ اری کیا کمائی کمائی پر زبان چلائی ہے۔ نہیں کیا ہم دھیان راکھتے ہیں کہ نا ہیں۔ آج سکاری سے جا کہیں اتنی گھانس کاٹ کے ڈھیر لگاؤ ہے۔ سانج لوں دکھاؤں کتنے رو پیہ لات ہوں۔
عورت۔ آج تیں گھانس کاٹی۔ مورے کماؤ بیٹا تو روج روج ایسی کمائی کریگا تو میں جلد تورا بیاہ کر دونگی۔
مراد۔ مورا بیاہ مورا بیاہ۔ آ ہا ہا مورا بیاہ۔ (خوب ہنستا ہے)
عورت۔ بتا تو کتنے پولا باندھے ہیں۔
مراد۔ اری ماں بہت پولا باندھے ہیں۔ بڑے بڑے دو بوجھ بنائینگے ایک میں اوٹھا لونگا۔ ایک تم اوٹھا لینا۔
عورت۔ بلہاری بلہاری پرنت بتا تو کتنے پولا باندھے ہیں۔
مراد۔ ماں گن لو کے اوپر پانچ دھرے تو کتنے بھئے۔

عورت۔ نو کے اوپر پانچ دھرے تو چودہ ہے۔
مراد۔ اور ان میں سات گھٹائے۔
عورت۔ تو پھر سات رہے۔
مراد۔ اری ناہیں ناہیں اب ان پر آٹھ دھرے
عورت۔ تو پندرہ ہوئے۔
مراد۔ اچھا اب ان میں چھوٹے ہیں انہیں مت گنوں۔ اور چار گوردھن
کاٹ کر دھر کیو ہے۔ اور تین سائیں ہیں۔
عورت۔ تو تو نے کیا کیو ہے ارے دو چھوٹے چار گوردھن کے تین
سائیں کے جیتو پو نکس گئے۔ اب سندروں سے تو نکسے تو پندرہ ہے
مراد۔ (دبی آواز سے) ناہیں وہ تین رام سکھ کے بالکے ہیں۔ (خوش ہو کر)
اری مال سکاری ہٹیا سے میں نے گوڑ لے کر کھایو۔ تو تینوں پچھے
وہاں کو چلے گئے۔
عورت۔ تو پھر کیا رہا۔ ایک بھی نہ بچا۔ یہ تو وہی مثل ہوئی بارہ برس
دلی میں رہے، بھاڑ جھونکا۔ کوکھ اوٹھایا۔ سارے دن گھاس کھائی
رات کو ایک تنکا ہاتھ نہ آیا۔ (اندر سے شور کی آواز آنا)
لوگ۔ مار مار وہ گئے یہ گئے۔
مراد۔ ارے کون ہے کسے مار۔
عورت۔ ارے مراد بھاگ اوپر آ۔ دیکھیں وہ جنگلی جناور آ گئے۔ بھاگ بھاگ
مراد۔ او ہو تین چار ہیں۔ وہ بھاگے جاتے ہیں وہ گئے وہ گئے۔
(گلرو کا تیر و کمان لئے ہوئے آنا)
گلرو۔ کیوں بھائی کوئی بھی ادہر تو نہیں آیا۔ ان موذیوں کے غول کا جو
میں نے بھگایا۔ سب مار چکا پر چار نے مجھ کو بے تھکا دیا۔ پر میں نے
بھی ان چاروں کو بے زخمی بنا دیا۔

مگن مگن دوڑوں جنگل میں جنگ کئے بھن مار نمار دیا نہ دہونکل تو نے
نے میرے ساتھ کری مدد۔

دہونکل۔ نیند گھیر لیا ہو تو نے خلعت تو نے پانا۔ تو پھر کس واسطے بھر مدہم
کو بلاتا ہے۔ اسی میں نام نہنا لی جوانمردی دکھاتا ہے۔ یہاں ہم نے
تو صرف آپ کو راستہ ہی بتانا ہے۔

گگرو۔ راستہ ہے زریں نے ہی پایا ہے بیشمار۔ پر ساتھ میرے تو بھی
تو آیا ہے نامدار۔ دو چار بھن میں لاتا ہوں اتا گھیر گھار جب آئیں تیرے
سامنے تو کرنا ان پہ وار۔

دہونکل۔ میں سمجھا مجھ سے تو رکھ اور آرزو مت کر بد دکھیوا سلے کچھ مجھ سے گفتگو

مراد۔ اجی کیا بولتا ہو کیا یہ پیٹ سے فذ بول باندھی ہے۔

عورت۔ ارے تیرو ناس جائے کوئی منہ پہ دھپڑ کریگا تو دانت نکس پڑینگے

گگرو۔ بس تو ٹھیرو یہاں میں آتا ہوں۔ تیغ سے ان سب کا سر اوڑاتا ہوں
یہ بھن جناوروں کے دانتوں کی نشانی ہے۔ دربار میں جا کر بادشاہ کو
دکھانی ہے۔ اب آپ کے ذمہ ان کی نگہبانی ہے۔

دہونکل۔ ہاں ان کی نگہبانی میں نے اپنے ذمہ جانی ہے۔ اس میں کیا
ہونا کانی ہے۔ دہونکل ہوشیار رہو۔ دانتوں سے خبردار رہو۔
(گگرو جاتا ہے) حفاظت کرو ٹھیرے۔ پھو۔ کیا میں اس کے باپ کا
نوکر ہوں۔ جو اس کا حکم سنوں۔ یہ چار دن کا بچہ فتحمند ہو اور عزت پائے
دہونکل نامور ہو کر ذلت اوٹھائے۔ اس سے بہتر ہے کہ زہر
کھالے۔ ڈوب جائے مر جائے۔ اب یہی مناسب ہے کہ اس
سے مل جاؤں۔ دشمنی کا رنگ دوستی میں دکھاؤں۔ اس کا لہو
پیوں کبھی نہ چھوڑوں۔ (گگرو چند دہقانیوں کے ہمراہ آتا ہے۔

مقدم۔ اے بختاور پہلوان تیرو پر ان نقصان سے ہلکان ہیو ہے

(شراب کا گلاس بھر کر دینا)

آج پہلو میں ماہ لقا ہی نہیں۔ بادہ خوری کا کچھ مزا ہی نہیں۔ افسوس گلرو نیا
میں دو چیزوں کا ساتھ ہے۔ تو خوشی کی بات ہے۔ ورنہ زندگی خراب ہے عید
کا دن بھی غم کی رات ہے۔

گلرو۔ نامدار دہو نکل وہ کونسی بات ہے۔ جس سے لطف حیات ہے۔

دہو نکل۔ ہاں اس میں ایک تو ہماری پیش نظر ہے۔ اور دوسری کا خیال لپرا ہے

گلرو۔ تو کیا یہ شراب ہے۔

دہو نکل۔ جی جناب (منہ پھیر کر) اب لیا کوئی دم میں۔

گلرو۔ تو اس کا جوڑ کباب ہے۔ وہ بھی موجود ہے۔

دہو نکل۔ یہ جوڑ تو خراب ہے۔ اس سے کیا لطف شباب ہے۔

گلرو۔ تو کباب کے سوا اور کیا جناب ہے۔

دہو نکل۔ گلرو شراب تو آفتاب ہے۔ اور دوسری چیز ماہتاب ہے۔ (منہ
پھیر کر) دیکھیے اب مراد پر آتا جاتا ہے۔

گلرو۔ کیا حساب و کتاب ہے۔ آفتاب کا جوڑ ماہتاب ہے۔

دہو نکل ؎ پہلو میں مہتاب ہو دور شراب ہو
جب دونوں سامنے ہوں تو لطف شباب ہو

گلرو۔ تو جلد ہی بتا دیجئے۔ وہ مہتاب اب کہاں ہے۔ جس سے لطف شباب ہے

دہو نکل۔ اے گلعذار پھول کی سی تیری شان ہے
جس درد دل سے آج یہ کھولی زبان ہے
مر جائیگا وہ پیڑ جو پانی نہ پائیگا ۔ برباد یونہی اپنی جوانی کو پائیگا

گلرو مجھے تیری ہی اس جوانی پہ رحم آتا ہے۔ کہ تو ایسا جوان اور جوانی کے
لطف سے انجان۔

گلرو۔ ابھی سمجھے ہیں حسن شناس زمانہ آئیگا دیکھا جائیگا۔

ڈھولکل۔ یاد لاتا ڈسا لمبا قد ہو گیا۔ اب اور جوانی کے دن آئینگے۔ اب کوئی دن
میں بوڑھاپے خاں منہ دکھلائینگے۔ پھر آپ بھی میری طرح ہو جائینگے۔ دیوانے
ہوش سیکھ۔ کدھر تیرا دھیان ہے۔ عورت کو زیر کرنا ہی مردانگی شان ہے
اس جرأت اور دلیری پہ کچھ کو گمان ہے۔ سرداری تن پہ پائے تو تو پہلوان
ہے۔ جنگل ہے یہ مگر تیری مرضی جو پاؤں ہیں۔ جگمگاتا پری شو نکالا تم کو
دکھاؤں ہیں۔

گلرو۔ یہ دعوت پرخطر ہے کام کیا یہاں پر نازنینوں کا
تعجب ہے کہ جمگھٹ ہو یہاں پر مہ جبینوں کا

میں سمجھتا ہوں کہ آپ ہنستے ہیں۔ دل لگی کرتے ہیں مجھے چھیڑتے ہیں۔

ڈھولکل۔ نہیں ہنسی نہیں۔ اس تلوار کی قسم دل لگی نہیں۔ اگر باور نہ ہو
تو اٹھو ابھی چلکر دیکھ لو۔ آ میرے ساتھ چلو (جانکو تیار رہتا ہے)
اس ملک کے قریب سرحد چین ہے۔ گویا وہ رشک باغ جہاں سرزمین
ہے۔ اس بانکی سہانی فضا دل نشین ہے۔ سبزہ بھی فرش گل پہ نکھار نشین ہے
اک نازنین نازک ادا سو نازنین جس پر فدا۔ چہرہ حسین و لب خوشنما کمر پائیں جو قد رنگ
نکھرا چاند سا گل گال پر گل کھا گیا۔ آنکھیں وہ آہو فتنہ زا زلفیں سیاہ
کالی بلا سینہ غضب اور بھرا بھرا۔ جس میں جوانی کا مزا۔ رفتار وہ قہر خدا۔
ہر گام محشر بپا۔ صدہا خواصیں ساتھ ہیں۔ ہاتھوں میں ان کے ہاتھ ہیں
کرتی مزے دن رات ہیں۔ موسم ہے اون کے عیش کا۔

گلرو۔ کیا یہ سچی تعریف ہے۔ بس بس اب ہم نہیں سنتا۔

گانا

مورے من سمائے گئی۔ دیکھو سجن بل اب سُندر نار درشن کر
اب جیا لگا رہے ہے۔ میٹھی میٹھی تمہاں اب چلکے کر دوں میں۔
ریت کی پیت ہوئی رسکھ ہوا جی موسا۔ اب چلکے ملو ہے ہیں

بس اب دیر نہ کیجئے۔ دل بیقرار ہے۔ جلد بتائیے وہ کدھر سبزہ زار ہے
دہو نکل سے چلیے چلیے یہ سامنے وہ راستہ ہے۔ ہندو بھی آتا ہے (رمانا گلرو کا)
اب دیکھو میری فتح اور اس کی شکست ہے۔ فی الحال میرے سینے کا یہی
بند وبست ہے۔ معلوم ہوگا کہ کون قوی اور کون پست ہے (جانا)

باب پہلا سین تیسرا

بستن گاہ

(شہزادی زرینہ کا مع اپنی سہیلیوں اور دایہ بیٹھے نظر آنا سہیلیوں کا گانا)

گانا

سہیلیوں کا۔ آآ پیاری جیسی تو ری ہے شان۔ دنیا بھر میں ایسی کہاں
گویا ہے تو مہتاں۔ روشن تجھ سے سارا جہان آآ۔
گند رنا رہی ہوں واری پیاری ہے بلکہ جہد ر ایسی پیاری پیاری
بھاری ہماری کنور پیاری۔ ایسی پیاری دلبر پیاری جان۔
اچھا بھاوے پھل پاوے گی جان جان آآ۔

زرینہ۔ دایہ دیکھو یہ قدرت خدا ہے۔ یہ جشنگاہ بھی عجب لطف کی جا ہے
حالانکہ یہ لطف رنگ وطن میں بھی میسر ہے۔ مگر یہاں کا لطف او وہاں کان
سے کہیں بڑھ کر ہے۔

دایہ۔ شہزادی میری جان۔ تم پر قربان۔ یہاں کی سی بہار وطن میں کہاں۔ یہاں
کا سا لطف گھر کے چمن میں کہاں۔ یہاں سبزہ زار ہے۔ دیکھو گلزار ہے
پیاری پر بہار ہے۔ شادی دن رات ہے۔ گل پھل کھلاتے ہیں پھل
کر ہنساتے ہیں کھل کر ہنساتے ہیں۔ رنگ جماتے ہیں۔ یہاں کی کیا بات ہے

زرینہ۔ بھلا ری شگوفہ کچھ یاد ہے۔ ہمارے یہاں رہنے کی کس قدر مدت ہوئی آ
شگوفہ۔ نثار جان کروں اور تم پہ بلہاری۔ جہان کے جشن کی مدت گذر چکی ہماری

کہ صرف دو روز اور ہیں پیاری۔

زرینہ۔ یہی ہی جشن تمام ہو چکا۔ یہاں کا پورا قیام ہو چکا ہے
خدا یہ جشن ہمیں کبھی نصیب کرتا ہے، برس میں جیتا ہے کون اور کون مرتا ہے

گانا

کیا ہی تھا نور وزِ صبح ومسا غم نہ تھا۔ سوچ نہ تھا۔ گیان نہ تھا۔ کیا ہی۔
کیا خوشی تھی اس جشن گلزار میں۔ ہر ایک تختہ میں پھلواریں۔ رہی
منشا سب دل کی درمیان میں عیش گیا۔ غم ملا۔ کیا ہی۔

دایہ۔ پیاری شہزادی کیا یہ دن پھر آنے والا نہیں۔ خدا یہ جشن دکھانے والا
ہمیں۔ چار دن پیچھے خدا لئے جاتا تو پھر بھی رنگ ہوگا۔ یہی سنگت ہوگا
زرینہ۔ شگوفہ جا دیکھا اگر خاصہ تیار ہو گیا ہو تو آرام محل میں جا کر دسترخوان بچھا

(سب سہیلیوں کا جانا گلرو کا داخل ہونا)

ہیں یہ کون۔

گلرو۔ ہیں میں کہاں۔ یہ باغ کسی کا زنان خانہ
زرینہ۔ او اجل گرفتہ تو یہاں کیسے چلا آیا۔

گلرو۔ ایک پرند جانور کا شکار یہاں مجھے لایا۔ وہ اڑ کر ادہر آیا۔ اس لئے
میں نے اس باغ میں قدم بڑھایا۔

زرینہ۔ کیا تو نہیں جانتا کہ یہ باغ شاہی محل سرا ہے۔

گلرو۔ آپ بھی کیا عقلمند ہیں اس کا پوچھنا ہی کیا ہے۔ اگر میں جانتا۔ پہچانتا
تو یہاں کیسے آتا۔ میں مسافر ہوں یہاں کے حالات سے کب باخبر ہوں۔

زرینہ۔ معلوم ہوا کہ تو اپنی جان سے بیزار ہے۔

گلرو۔ کون میری جان کا طلبگار ہے میرے ہاتھ میں تلوار ہے۔

زرینہ۔ تو کیا شاید کہ شاہ چین سے نہیں خبردار۔

گلرو۔ کیا یہ شاہ کا گنہگار ہے تو میرے مددگار ہے۔

گلرو۔ جی میں تو آپکے گھر کا کوئی مہمان نہیں۔
زرینہ۔ ہم بھی تو ہوشیار ہیں ایسے کوئی نادان نہیں۔ گھر ہیں تو آئے ہو کیسے ہو مہمان نہیں
گلرو۔ جو بے بلائے چلا آئے وہ تو مہمان نہ کہلائے۔
زرینہ۔ آپ ہی کہو اگر کوئی انجان چلا آئے تو کیا نکالا جائے۔ ما جائے ایسا نہیں ہو سکتا

گانا

آؤ جی مسافر ٹھیرو یہاں شب بیت گئے تم ہمرے چمن کے سیر سیر دیکھو
گل بوٹے جی سے گناہ بھی ہم نے بھلائے۔ چین کرو تم بے کھٹکے اور
یہاں سے تجھے گھر میں بٹھاؤں عیش کرو تم جی بھر کے آؤ جی۔

گانا

گلرو۔ درشن ہم عجب ہیں پائے۔ ہے مرکب بہانہ در جھٹ پٹ کر کیسے یہاں رہن
آئے۔ ہم خاک خاک۔ تم پاک پاک۔ ہم زار زار تم مالدار تم ہو ہم زادی
ما نا گن تیرا درشن۔

(گلرو جاتا ہے۔ اور اوس کو جاتا ہوا دایہ دیکھ لیتی ہے)

دایہ۔ اوہو یہ کیا کچھ دال میں کالا نظر آتا ہے۔ یہ کون باغ سے باہر جاتا ہے
(زرینہ کے پاس جاکر) کیوں پیاری زرینہ میری کیوں چپکے کھڑی ہو۔
کیا آج کسی اپنی سہیلی سے لڑی ہو۔
زرینہ۔ نہیں تو دایہ کسی سے لڑی ہوں میں بہار دیکھ رہی باغ کی کھڑی ہوں میں
دایہ۔ کچھ شرماتی ہو۔ چھپاتی ہو۔ دل ہی دل میں مسکراتی ہو ہونٹوں میں ہنسی
دباتی ہو۔ میں صدقے میں قربان۔ میں واری میں تمہاری جو ہر دم بدل رنگ
بدلتا ہے۔ اس لئے میرا دل بھی مچلتا ہے۔ مگر میں اپنی زبان کو روکتی
ہوں۔ تمہیں کو ٹوکتی ہوں۔
زرینہ۔ نہیں تو دایہ نئی بات آج کوئی نہیں۔ بس اتنی بات ہے کہیں شب
کو سوئی نہیں۔

دایہ۔ ہاں یہ تو میں نے جانا نیند کا بھانا۔ میں نے مانا۔ مگر اب صاف صاف
بتاؤ۔ نہ شرماؤ۔ خوف نہ کھاؤ۔

زرینہ۔ بھلا وہ بات کیا ہو تم سو شرمائیگی۔ اور خوف کھائیگی۔ میری تم مہربان ہو۔ بات
کیا تم سے چھپانے کی۔ مسافر اک یہاں آیا۔ کشش سے آب و دانیکی
اجازت دی اوسے میں نے یہاں آرام پانیکی ؎

گیا باہر جو گھوڑا باندھنے اپنی سواری کا
وہ بنتا انجان خود قائل ہوا تقصیر واری کا

دایہ۔ پیاری شہزادی تمہیں یہ لازم تھا۔ فوراً سپاہی کو بلوانا تھا۔ گرفتار اوسکو کروانا تھا

زرینہ۔ پہلے تو میں نے بھی یہی سوچا۔

دایہ۔ مگر پھر کچھ اور سوجھی۔

زرینہ۔ پھر مجھے خیال آیا کہ ؎

کسی مسافر بیچارے پہ ستم کیا کیجئے — بیگناہوں پہ بھلا تیغ علم کیا کیجئے

دایہ۔ شاباش لڑکی خوب مجھے باتوں میں اڑایا۔ جس بات کی اصل نہ تھی اوس کو بتایا
اور جو کہنے کی تھی اوسے چھپایا۔

زرینہ۔ کیا تم بار بار پوچھتی ہو۔ ہنسکر بس اور کوئی بات نہیں۔

دایہ۔ دیکھو بیٹی کہو کہو مت چھپاؤ۔ ایسا نہو کہ اپنی نادانی سے کوئی بری بھلی بات
کر بیٹھو پھر لینے کے دینے پڑیں۔

زرینہ۔ اے میری پیاری دایہ بے شک یہ حال میں نے تم سے چھپایا ؎

اب مہربان ہاں تمہیں سوا ہو تم — ہردم میری شریک ہو ساتھی سدا ہو تم
محرم ہو راز دار ہو اور رہنما ہو تم

دایہ۔ میں نثار میں قربان۔ سنو تو سہی وہ کیا بات ہے۔

گانا

زرینہ۔ پیت لگا کے موہن سنگ سکھیاں خوار بھئی۔ سدھ بدھ بسری

بیکل ہوئی۔ جتن بتاؤ موہے ری سکھیاں خوار بھئی۔
تن من سکر و، پھر کت ہیر و۔ کوئی جتن بتاؤ میکو سکھیاں خوار بھئی۔

دایہ۔ جب پیاری زرینہ خاموش کر ایسے سخن دل سے فراموش۔ پڑے اس عشق کی صورت پہ پاپوش بگوڑے اس موئے دیوانے نے کا نام عشق رکھا ہے۔ خاک پڑے اس پہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔ آبرو جائیگی اور رسوائی ہاتھ آئیگی۔

زرینہ۔ اب تو یہ سر جان بھی جائے تو غم نہیں
الفت کا جام تلخ ہو پر اسمیں سم نہیں
بے آبروئی عشق کی ذلت سو کم نہیں
عزت کیواسطے اوسکو چھوڑیں ہم نہیں

دایہ۔ پیاری شہزادی اگر تیرا باپ سن پائے تو کیا آفت آئے۔ یہ جان رہے یا جائے پیاری بیت ہے کر تو ... نا سُئے۔

زرینہ۔ ماں باپ سے چھپانا کیا دشوار ہے۔ بس تیری مدد درکار ہے۔ تو ہمیشہ سے میرے دل کے ساتھ ہے۔ اب میری لاج تیرے ہی ہاتھ ہے۔

دایہ۔ بھولی شہزادی باولوں کی سی باتیں نہ کر۔ ہوش پکڑ۔ میں تیری تابعدار ہوں مگر سمجھاتی بار بار ہوں۔ اور وہ موا ہے کون جو یہیں چلا آیا۔ اوسکو کسی نے نہ روکا ٹوکا۔

زرینہ۔ نہیں وہ کوئی ایسا ویسا جوان
وہ تو ہے گھرانے کا پہلوان
ہے نام اوس کا گل وطن ہے مکان

دایہ۔ ہیں ختن کا جوان۔ اللہ کی امان۔ وہ تو دشمن جان ہے۔ تیرا الدسر دہیان ہے۔ کیا باولی ہے جو دشمن سے تمہیں محبت کا گمان ہے۔

زرینہ۔ پیاری دایہ کیا سبھی لوگ دشمن ہوتے ہیں۔ سبھی بدظن ہوتے ہیں۔

گانا

دایہ بالمے گھر بلائے۔ دن زر و سیم نادر جانی ہے لاثانی ہے
جان پہ اوس پہ وار دی۔ دس پہ وار دی لا سے گھر بلائے۔
اب تو چین ماہ جبین کرا چکے لے جانا ہے۔ جی بیں ٹھانے ہے نادر

جانی لاثانی ہے۔ اوس پہ وارو ں اماں لاٹے۔

نثرف۔ پیاری دایہ کیا سبھی لوگ دشمن ہوتے ہیں سبھی بدظن ہوتے ہیں۔

گانا

دایہ۔ بنو پیاری تم نادان سجین میں توری ہوگی ہنسی اے سُندریا جان بنو
دیکھ تیرا ہوا بگار بدکہائے نام تہارا کیسے ہوئے بیحد شرامت کرلیا دھیان بنو

زرینہ۔ پیاری دایہ اب تو میرا جی ہے اوس پر آیا۔ مجھ پہ کرم فرماؤ باہر جاؤ بہت
دیر ہوئی دیکھو تو سہی کہیں چلا تو نہیں گیا۔

دایہ۔ تم اپنی نادانی سے باز نہیں آتی ہو۔ وہ بات کہہ جاتی ہو جس کا انجام بدنامی ہے

زرینہ۔ ناصح کی بند سے محبت نہ ہوگی کم ۔۔۔ بلکہ اس سے سوا ہوگی دم بدم
میں منت سے کہتی ہوں کہ با صد احترام ۔۔۔ بجھی زباں سے بولو تم کو میری قسم
صدقے میں تیرے یا تو میرے لا نا دلا ئے ۔۔۔ اچھی میری کھلائی بلا لا ذرا اسے

دایہ۔ خیر بے صبر نہ ہو۔ حواس نہ کھو رتم اند۔ جاؤ میں ادسے بلاتی ہوں۔
اور کسی موقع سے اس بات کا سلسلہ اوٹھاتی ہوں

زرینہ۔ اچھا میں جاتی ہوں۔ مگر اچھی دایہ دیکھنا تم اُسے بلا نا بھولنا۔ ایسا کام
کر و کہ باتوں باتوں میں رام کرو۔ (زرینہ جاتی ہے۔ دایہ تعجب سے کہتی ہے)

دایہ۔ کمزور کو عشق زبردست بنائے ۔۔۔ اور بولنا گونگے کو محبت ہی سکھائے
اُلفت وہ کرشمہ ہے کہ روتوں کو ہنسائے ۔۔۔ بزدلوں کو دلاور کرے شیروں سے لڑائے
اندھوں کو ہے اس عشق نے منزل پہ لگایا ۔۔۔ اور اسی نے لنگڑے لولوں کو بھی گویا بنایا

(گلرو آتا ہے اور باغ کا تماشا دیکھ کر اپنے جی سے کہتا)

گلرو۔ ہیں وہ باہر و کدہر نکل گئی۔ کیا اوس کی اتنی جلدی صورت بدلگئی۔ یہ کیا بات ہے

دایہ۔ ادہو میں ابھی جن کا ذکر سن رہی وہ آپ ہی ہیں۔ آئیے آئیے تشریف لائیے

گلرو۔ میں پہلے یہاں آیا تو سوائے شہزادی کے کوئی نظر نہ آیا۔ مگر اب مجھے
پایا۔ تم کون ہو۔ یہاں کیوں کھڑی ہو۔

دایہ۔ میں نے بہ شہزادی کی کھلائی ہوں۔ یہاں ایک ضروری کام کے لیے آئی ہوں سے

شہزادی کہتی تھی آج تازہ یہاں آئی ہے ہوا ۔۔۔ کہتی تھی جب باغ کی ہوا
نظارہ چمن کا کچھ ایسا اثر ہوا ۔۔۔ ملتے ہی مجتے اون کو سکتہ سا ہو گیا
آئیں تمیں سیر کو لیکن پڑ مردہ ہو گئیں ۔۔۔ افسوس دل سی چیز وہ گلشن میں کھو گئی

گلرو۔ تمہارا فرمان درست دکھا ہے۔ اس باغ کی ایسی ہی فضا ہے۔ مجھ پر بھی یہی حادثہ گذرا ہے۔ دُور سے جب یہ باغ نظر آیا۔ جی بھر آیا۔ قدم رکھتے ہی صبر و ہوش فراموش ہو گیا۔ میرا دل بھی یہیں کھو گیا۔

دایہ۔ اجی واہ۔

گانا

کیا ہی من بس گئی سانوریا کی صورتیا میں سیرہ بھر و جوری کے کیا کہو
مجھ سے گر ڈھ کے پھیرے گل کترے باتونکے کہن سیکھے تم یہ
جتن سلونائی۔ کیا ہے آنکے تجوری۔ چھلیا چلت ہو جیا آن
لا دے ہوشیار رہیوں۔ تو تیری نہ

گلرو۔ یہ تمہارا جمال ہے سے

نہ مجھے تم سے غرض نہ شہزادی سے کام ۔۔۔ میں نے تو دینا تھا اسکی نہیں دیا دام
تم نے کھو جانا تھا سر نکل تھا کلام ۔۔۔ میں نے بتلا دیا گلشن کا متبدل تمام

دایہ۔ اوہو غضب کے ہوشیار ہو۔ ماشاء اللہ پورے بیباہ ہو۔ بسطراری تمہاری ہی وضع میں آئی ہے یا کسی اور نے بھی پائی ہے۔

گلرو۔ یہ تمہاری قدر افزائی ہے جو مہربانی فرمائی ہے ورنہ کیا میں اور کیا میری گویائی ہے

دایہ۔ اگر شہزادی کے گمشدہ دل کی تلاش کیجاوے۔ اور وہ کہیں تمہارے ہاتھ لگے تو پاؤ اس قدر دولت کو مالا مال ہو جاؤ ۔۔۔ نہ پوچھو نام دولت کا کرو وہ خوشحال جاؤ

گلرو۔ جی ہاں چاہیے تو مجھے اپنی پڑی ہے تلاش کیا جائیگا۔ اگر ہاتھ آ جائیگا تو اوٹھا لیا جائیگا مثل مشہور ہے اول خویش بعدہ درویش۔

(زرینہ مع سہیلیوں کے سامان شراب لیے ہوئے آتی ہے اور باہم بیٹھنے پر گفتگو ہوتی ہے نہیں نہیں ادھر بیٹھو)

گلرو۔ وہ جگہ میرے مرتبہ سے زیادہ ہے مجھے یہاں بیٹھنا ہی زیبا ہے۔

دایہ۔ تم مرتبہ میں کم نہیں شاہو کی شان سے ہم جانتے ہیں تم ہو بڑی خاندانی سے

(گلرو زرینہ ایک پلنگ پر بیٹھکر شراب پینے میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور سہیلیاں شہزادی کے کہنے سے جاتی ہیں)

زرینہ۔ سہیلیوں جلدی کام کرو۔ ان کے واسطے کھانے کا انتظام کرو (جانا)

گلرو۔ خدا نے دی ہے کچھ لذت عجب لالہانییں کہ لطف ایسا نہیں ہر گز حیات جاودانی میں

مزا ہے زندگی کا بس شراب ارغوانی میں

گانا

زرینہ۔ مورے من ہری ہیو رہ خوشی خوشی بھر بھر پیو مدوا رنا لانا ذرا جیا ہیں صاحب کبھی چھتا۔ ہاں نہیں لرو اس میں بھرو من مانو میرا کہنا تم کو یہاں رہنا۔ پیو تم جی بھر بھر کے۔ تم مہماں ہو میرے گھر کے کرو پوری ذرا جیا کی آسا۔ مورے من۔

گلرو۔ آپکی مہربانی جو ایسی خاطر کی مہمانی ہے۔ ذرا پہنچے جی سے کہتا ہے اچھی گھڑی میں شکار کی خاطر اس گلزار کی طرف یہاں آیا۔ نشانہ تیر بہدف پایا

زرینہ۔ پایا کیا پایا۔ کہیں کھوئی ہوئی چیز کا پتہ ہاتھ آیا۔ سچ کہنا وہ میرا دل ملا۔

گلرو۔ دیکھئے آنکھ تو ملی ہے خدا نے چاہا تو دل بھی مل جائیگا۔

زرینہ۔ تو کیا میں اپنے دل کی مراد پاؤنگی۔ اور گئے ہوئے دل کو پھر قبضے میں لاؤنگی

گلرو۔ جب دل پاؤگی۔ پھر دل کی مراد بھی پاؤگی۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ پانیوالے کو کیا دلاؤگی۔ کچھ اوس پر بھی کرم فرماؤگی یا دل لیکر پتہ دوگی بالا بتاؤگی۔

زرینہ۔ نہ خوش نہ جائیگا۔ اور ڈھونڈنے والے کو انعام دیا جائیگا۔ ہاں مگر چور اس کی سزا ضرور پائیگا۔ مجھ کو تو اوس چور سر زور کی تلاش ہے۔

گلرو۔ تو اس کی دل میں کیا خراش ہے۔ چور کا راز تو فاش ہے۔ اوس پہچاننا

کیا دور ہے۔ مثل مشہور ہے۔ چور کی ڈاڑھی میں تنکا۔
زرینہ۔ یہ درست ہے ؎
جو چور دل کا ہے اوسی جان لیا ہے   خوب اچھی طرح چور کو پہچان لیا ہے
چور کی حیا نے میرا دامن لیا ہے
گلرو۔ جی چور کی گرفتاری میں جلد فرماؤ۔ اگر تم سے نہ ہو سکے تو مجھے بتاؤ۔ ابھی
باندھ لاؤں۔ چوری کا مزا چکھاؤں۔
زرینہ۔ ہاں یہی بات ہے۔
گلرو۔ ہمارا قول زبان کے ساتھ ہے۔ اور زبان کا اقرار جان کے ساتھ ہے۔
زرینہ۔ شرماؤ گے تو نہیں۔ چور کا نام بتانے سے گھبراؤ گے تو نہیں۔
گلرو۔ ہم شرماتے ہیں۔ کہیں مرد بھی گھبراتے ہیں۔
(زرینہ گلرو کا ہاتھ پکڑ کر کہتی ہے)

زرینہ۔ تو میرے چور تم ہو۔
گلرو۔ ہیں یہ کیا فرمایا۔ کیسے چور بنایا۔ گھر میں بلا کر الزام لگایا۔
زرینہ۔ ترچھی نظروں سے دل چرانیوالے   صبر و اقرار کے اوڑانیوالے
ہو دستوں پہ نثار زرینہ تیرے   اس پیاری سی شکل بنانیوالے
ترچھی نگاہ پیاسے تیری کام کر گئی   میں کیا کہوں کہ دیکھتے ہی تم پہ مر گئی
گلرو۔ اب جو تم نے اپنی محبت جتائی۔ تو پھر میری زبان بھی کھلوائی۔ اور یہ بات
میری لب پر بھی آئی ہے ؎
ان سرمگین آنکھوں کو جادو بھرا کہوں   چو منات سحر یا اثر بھرا کہوں
برق کشش سی بھی اسے بیشک میں کہوں   کھینچا میرا نگاہ سے دل ہائے کیا کہوں
زرینہ۔ پیارے گلرو یہ میری سچی محبت کا اثر ہے۔ تیرے دل میں بھی الفت کا گذر ہے

گانا

موری موہنی صورت رسیلی ہنستی ہنستی جا دے بھلا دے

رنج جھلکے من دہکے دل بھڑکے مل گھل گے من ہمرے۔ جو سیاں عالی گوہر
میرے وے ہنسی ماہ جبیں میرے بیاہ تو سویرے پھر راج ہوئے
سرتاج اُڑے۔ موری موہنی

گلرو۔ صیاد بنکر آئے تھے یہاں صید ہو گئے   آئے تھے قید کرنیکو خود قید ہو گئے
پھندے میرے میرے لئے صید ہو گئے

زرینہ۔ پیارے گلرو میرے اس جشنگاہ میں رہنے کا ایک مہینہ مقرر تھا سو وہ پورا ہوا
اب وطن کی طرف چلنے کا ارادہ ہے ؎
کر کوچ اب وطن کو میرے ساتھ گلعذار   وہاں شادی کرکے عمر سدا عیش سے گذار

گلرو۔ پیاری زرینہ تو بڑی نادان ہے، معلوم ہوتا ہے کہ تو زمانے کی چالوں سے انجان ہے
تیرا باپ ہماری جان بلکہ خاندان کا دشمن ہے۔ آج سے نہیں بزرگوں سے
ان بن ہے۔

گانا

نہیں جانی شتابی کرو۔ ہمری کسو کھو کیا ہے۔ تمہیں جانی تمہیں بھایا تمہیں
جانا۔ جیتا کھیلا ہے۔ گھر کو کدا ہے۔ سنگ کرنا۔ سکھ کرنا۔ نت رہتا
تمہیں ڈرنا۔ چین چلنا۔ جل مرنا۔ غم بھرنا۔ پیاری جان کا بیری ہے
نادان ناچیں جانا جان ہو ویگا۔ نہیں۔

زرینہ۔ کچھ غم نہیں ہو سب سے جدا میرا باغ ہے   مشکل وہاں ہوا کو لگانا سراغ ہے
سامان عیش سب ہی بہت انفزاغ ہے   چل اس محل کا میرے تو ہی کہ چراغ ہے

گلرو۔ پیاری وطن کو چلنے کی پیری من میں ہے   تو ساتھ میرے چل میرا مسکن ختن میں ہے
آسایش ہر طرح کی تجھے میرے وطن میں ہے

زرینہ۔ خیر اگر تمہاری مرضی نہیں تو کچھ روز اور یہاں قیام کرینگے۔ یہیں لطف صبح و شام
کرینگے۔ (گلاس یہاں دیکھکر یہ خالی ہوگئیں) اچھا اور شراب آتی ہے۔ (گلرو
سے علیحدہ ہوکر) یہ یوں نہ جائیگا۔ شراب میں بیہوشی ملاؤں۔ جب چین کو پیجاؤں

(زرینہ جاتی ہے اور یہ کہتا ہے۔)

گلرو — سانپ کے منہ میں جو دوں ہاتھ تو نادان نہیں
چین کو ساتھ چلوں اب کے تو کوئی نادان نہیں

گانا

چتر سگھڑ سنور ابھر بول کے گئی یوں پیاری۔ خوشی کا ماتھا۔ دیکھ تاک وچوہ کی دیکھ چال یہ نرالی دیکھ جگ نستر بھر بھر یوں کے گئی۔ دو دلیر کو داؤں۔ ریت ہم سے نہ کی جان ملت باتوں میں پھنسا وے ریت کمبل مثل جگر بشر یوں کے گئی۔ چتر سگھڑ۔

(زرینہ مع سہیلیوں کے شراب لیکر آتی ہے)

زرینہ۔ پلاؤ دایا ماں آج بھر بھر کے پیمانہ — تمنا ہو میرے دل ہوں تم میرے میخانہ

(گلرو و زرینہ شراب پینے میں مشغول ہوتے ہیں۔ سہیلیوں کا ناچنا گانا)

گانا

دایہ۔ دیتی ہوں میں تمہیں یہ مئے کا بھر کر جام — بیٹھو تم ملکر سدا کہ دونوں ہو گلفام

گلرو۔ تیرا ساقی بھلائی میں ثانی کہاں۔ بھر بھر ساغر ہم کو پلا۔

زرینہ۔ مئے سے ساقی ساغر دلبر مل جل پیکر سکھ کرنا۔ مجھ پر دلبر گھر دو جگر ہر پل تیر و بھر نا

گلرو۔ میں بھی دلبر تیرا ہوں کمتر بندہ اے جان اے جان رہو خنداں ہو شاد ال میں قرباں ہم ہر آن بیشک ہے ساماں۔ خوش کرنا اے جان اے جان۔

سہیلیاں۔ سورج چند۔ کا جوڑا پیارا کیا مکھڑا ابسندن پل چین پل پل سنگ ہم رنگ سکھ پاتا۔ پل پل رہنا عشرت سہنا من کی کہنا۔ ہم سب سکھیاں تمہیں خوش کریں

گلرو۔ آہا اسکی لذت مجھے عجب دل پسند ہے۔ کیا یہ چین کی انگوری شراب ہے۔

زرینہ۔ جی جناب کیا کچھ خراب ہے۔

گلرو۔ نہیں بہت نایاب ہے۔ کیا چین کی عورتوں کی طرح چین کے انگور بھی نایاب ہوتے ہیں۔

[illegible] کے انگور تو کھٹے ہوتے ہیں۔
گلنار۔ کیا کھٹے [illegible] دوسرے جام نے تو مجھے فلک پہ پہنچا دیا۔ یہ شراب بہت [illegible] پھرنے لگا۔ لے لو چکر آگیا بیہوش ہوکر گرنا۔
زرینہ۔ [illegible] شراب ایک چیز خراب ہے۔ مگر اس وقت اس نے کیا کار ثواب ہے۔ پورا میرا مدعا کیا۔ اسے دعا دی اور میرا بھلا کیا۔
(سہیلیاں گلنار کو اوٹھا کرلے جاتی ہیں اور زرینہ باقی رہجاتی ہے)
ارزق۔ ارزق (ارزق ملازم کا آنا) ؎

سب نوکروں سے میری معتبر تو ہی ہے   ہو بھروسہ مجھے تم پر ہوشیار تو ہی ہے
اس وقت میرے بھید سے خبردار تو ہی ہے

میں تجھ کو قسم دیتی ہوں کہ اپنے نوکروں کو قسم دے کہ خبردار یہ حال کسی پر ظاہر نہ ہو۔ ورنہ جان سے جائینگے بہت پچھتائینگے۔
ارزق۔ حضور میں تابعدار ہوں۔ مگر جائے افسوس ہے کہ لونڈیاں تو انعام پائیں اور سپاہی خالی دھمکائے جائیں۔
زرینہ۔ اچھا اس وقت میں تجھے اپنے گلے کا ہار دیتی ہوں۔ (زرینہ کا جانا)
ارزق۔ کیا شاہ سے یہ بات چھپے گی۔ بھلا کہیں میں جو چھپاؤں۔ تو مفت میں اپنی جان گنواؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ میں خود ہی شاہ تک پہنچاؤں۔ جو بخت جو شہزادی کا ہے چچازاد۔ بہت مجھ کو جانتا ہے مکرباز۔ جلکے کہوں اوس سے سارا ماجرا۔ (جانا)

باب پہلا   سین چوتھا

جنگل

بہونگل۔ حیف صد حیف افسوس کیسی سر پہ میرے آئی یہ بلا۔ کھودا تھا کواں اس کے

لئے میں خود ہی گر پڑا۔ گلرو تو گرتا ہوگا وہاں چین میں مزا۔ اور اس مصیبت
میں خود ہی آ پھنسا۔ وہی مثل پر ملا ہوئی۔ طویلے کی بلا بندر کے سر اور
گلرو کی بلا میرے سر۔ گلرو تو پریوں کے پالے پڑے مجھے جان
کے لالے پڑے۔ جہاں میں ٹھیرایا گیا تھا۔ وہاں میں نے بہت راہ
دیکھی۔ جب انتظار سے تنگ آیا۔ تو اوس باغ کی طرف قدم بڑھایا۔ وہاں
نہ وہاں جلسہ نہ گلرو پہلوان۔ سنسان ہو کا مکان۔ آباد باغ ویران پایا۔
گلرو گیا تھا تو اوس میں عیش کا سامان تھا۔ اب جو میں گیا تو بالکل ویران تھا۔
یہ اپنی اپنی قسمت ہے۔ وہ مزے لوٹیں۔ ہم پر غم کے پتھر لوٹیں۔ اب شاہ
سے کیا کہونگا۔ اوس کے عتاب سے کیونکر بچونگا۔ گلرو جو پھنسا تو برا ہوگا۔
دھونکل سچ جان کر اپنی جان کو روئیگا ہو نڈھال باپ اوس کا اوس کے غم سے نہیں
سوئیگا۔ خنجر کو تیرے خون سے دھوئیگا۔ کس سے میں پوچھوں اوس کا پتہ
نشاں۔ اوس کی دھن میں میں جاؤں کہیں کہاں۔ جنگل میں پھرتے ٹھوکریں
کھاؤں کہاں کہاں۔ خیر اب جو کچھ ہو سو ہو۔ اب نفتن کی راہ بوسے
وہ کہوں شاہ ہو نہیں کسو کی جاہی ملے بات کچھ ایسی بناؤں کہ سزا بھی ٹلے
بے بیکلی کچھ ایسی اڑا دے پتہ ہی نہ ملے دعا تا۔

باب پہلا سین پانچواں

محل شاہ ضحاک

(بجنک اور ازرق کا گفتگو کرتے ہوئے آنا)

بجنک۔ کہا تو نے ازرق یہ کیا ماجرا زرینہ کو ہے عشق پیدا ہوا
ازرق۔ عاشق ہونا ہی نامدار۔ نہیں سا تھ لائی ہے خالی بیمار نہیں
بجنک۔ ارے شہزادی کے ایسے چلن۔ بھتیجی میری اور جوان ضفتن۔

چھوٹے چھوٹے بچے بھولے بنکر کیا کیا ڈہنگ پھیلاتے ہیں نادان بنکر اپنے بیہودہ کاموں سے ماں باپ کو پھسلاتے ہیں۔ اس چھوٹی سی عمر میں فتنے جگاتے ہیں۔ الامان۔ خدا کی پناہ۔ ظلم ظلم۔ فریاد فریاد۔ چور چور۔ کل جہاں کا چور اس مکان میں گھسا ہے۔ اے جہان کے بادشاہ بیدار ہو بیدار ہو اس خواب غفلت سے ہوشیار ہو۔ ارے کوئی ہے اٹھو اٹھو

(ضحاک شاہ چین کا خواب سے بیدار ہو کر نیند کی حالت میں پریشان آنا)

ضحاک۔ کیسا یہ شور کا ہیکو غوغا مچایا ہے کس واسطے ہمارے محل کو سر پر اوٹھا رکھا ہے

بختک۔ اے نیکیوں سے بھرے ہوئے سلطان۔ نیند اب عمر بھر کی کھوئی جان اب نہ سکھ تیری جان پائیگی۔ قبر میں بھی تجھے نیند نہ آئیگی۔ ارے یہ کیا آفت ہے کیا مصیبت ہے۔ یہ کیسی فضیحت ہے۔

ضحاک۔ میرے پیارے بھائی آج کی تمام شب میری دہشت ناک خواب سے بھری گذری۔ مگر بیدار ہو کر تو خواب سے بھی زیادہ پریشانی دیکھتا ہوں جلدی بول کس کی فضیحتی ہوئی۔ اور کس نے کی کس کی۔

بختک۔ زرینہ زرینہ۔

ضحاک۔ میری بیٹی زرینہ کی فضیحتی ہوئی۔

بختک۔ نہیں۔

ضحاک۔ تو اس نے فضیحتی کی۔

بختک۔ ہاں۔ جہاں پناہ کیا کہوں کس سے کہوں یہ ماجرا دل میرا اس درد سے ٹکڑے ہو مر سکے تو پھر کیونکر بھلا صاحب مجھے جواب دو کیا آپ نے زرینہ کو شادی کرنیکی اجازت دی۔

ضحاک۔ نہیں کیا اوس نے شادی کی۔

بختک۔ جی نہیں۔ اب کریگی۔

ضحاک۔ کس کے ساتھ کسی شہریار کے ساتھ یا کسی دشمن کے ساتھ۔

زرینہ۔ بیہوشی نے بہت اثر کیا۔ سہیلیوں ہوش کی دوا لاؤ۔ اس بیہوشی کو ہوش کی طرح اڑاؤ۔ (شیشی لے کر)

بیہوشی کی دوا تو یہ اثر دکھا چکی غافل بنا کے اس کو وہ مجھ سو ملا چکی

(زرینہ کا شیشی سونگھانا۔ گلرو کا ہوش میں آنا)

گلرو۔ ملیک جن ہی نہیں باقی رہا قتل جن چن کرا و نہیں میں نے کیا

پھر نیند کی بیہوشی میں گرتا ہے

گانا

زرینہ۔ اٹھو بنتی سجن ہمری ما لو رے۔ نسو رات تھوڑی ہے پیر دادیا ہے جاگ رہی پین کرن کو۔

گلرو۔ (عبارت) ہیں یہ میں کہاں۔

زرینہ۔ قربان جاؤں ابھی میرو صنم تو کا ہے جگت ناہیں اٹھی ہے نگریا نسو۔

گلرو۔ بیدار ہوں کہ نیند کے ہوں خمار میں یا خواب دیکھ رہا ہوں کسی لالہ زار میں

سہیلیاں۔ دنیا ہے ساری جاگ رہی سجن ملن کو پیارے۔ چومت توری سوہنی صورتیا۔

گلرو۔ تو کون ہے؟

شگوفہ۔ نہیں ہوں غیر کوئی میں لونڈی تمہاری ہوں ہوں نوکر شہزادی کی اب چیری تمہاری ہوں

گلرو۔ چیری اور میں کون؟

زرینہ۔ تو میری جان ہے۔ اور میری جان کا ہے قرار۔ تو زرینہ کے چمن کی ہے تر و تازہ بہار رہیو۔ رہیو تیرے صدقے تیرے واری دلدار۔

گلرو۔ زرینہ زرینہ زرینہ

زرینہ تو اس جشن گلزار میں تھی کہیں تو جاؤں کے تکرار میں تھی

محبت میں الفت میں تھی پیار میں تھی مرے ساتھ کچھ قول و اقرار میں تھی

زرینہ میں یہاں کہاں۔ اور میں یہاں کیسے آ یا۔ آہا میری عقل بھی کیسی خراب ہے۔ اپنا تھا کہ زرینہ کو ختن سے جاؤنگا۔ اور اپنے محل میں بٹھاونگا۔ یہ اسی خیال کا خواب ہے۔

گانا

زرینہ۔ آؤ آؤ رے رنگیلے البیلے رے موجانا مت جی گھبرانا پیترو گھر یہ ہے ناہیں جنتا ہارے۔ میرے جانی جان یہ ہے چین اکھ مدرے رنگیلے

گلرو۔ ختن میں یا زرینہ کے وطن میں (حیرانگی)

زرینہ۔ ہاں پیارے گلرو زرینہ کے وطن میں۔

گلرو۔ تو کیا یہ مکان ضحاک شاہ چین کا۔

زرینہ۔ ہاں پیارے گلرو۔ یہ مکان میرے باپ ضحاک شاہ چین کا۔

گلرو۔ (بکمال غصے سے) اوس دیوزاد ناگ ضحاک شاہ چین کا کیا تم نے مجھے دشمن کے منہ میں پھنسایا۔ یہ محبت کا نتیجہ دکھایا۔ افسوس اپنے باپ کے کینے کا یوں بدلہ لیا۔ مجھے یوں داؤ دیا۔ اف سفاک بیباک چالاک عورت اس دہشتناک جگہ میں مجھ کو دغا سے لائی۔

زرینہ۔ میرا پیارا خاوند۔

گلرو۔ (سر پیٹا منہ موڑ کر) افسوس صد ہزار افسوس۔ (کہتے ہوئے رہ جانا)

گانا

قادر تو رہی بتیاں میں کیا بھالوں رے یہ جات پیاری کرم کر ذات باری یہ ظلم دکھا سے۔ ختن پہونچا دے۔ یہ صلاح تن دہشتناکی پر آں سجوں اور کچھ کھا نے ناہیں۔

گانا

زرینہ۔ مانو مانو پیا موراہے کہا۔ دہر کا نہ بیمار جائیں۔ نگری بیرن چین ہے تمہاری تیری دشمن پیا رے ایسی ایسی باتیں ناہیں زیبا۔ مانو مانو

دل و جان سے تجھے تو نگی میں بجا۔ میں فدا میں فدا میں فدا پیاری
جان، کہنا مان۔ اے انجان اے نادان۔ کہنا مان میرے جانی یہ
حیرانی۔ سرگردانی۔ پریشانی۔ دلبر جانی۔ اے لاثانی۔ مانو مانو۔

گلرو اچھا زرینہ اگر تیرا یہ انصاف تھا — کیا وہ کام جو میرے خلاف تھا
دشمن کو گھر میں لائی مجھ یوں فریب سے — کیا یہ بھی کوئی پیار کا معاہدہ تھا
زرینہ بیشک دغا سے لائی مگر دوستی کے ساتھ — الفت کا ظہور مگر دشمنی کے ساتھ

گانا

کردں قربان تم پر جان۔ میری جان ہو میں قربان ہوں میں قربان۔
جگ میں نہیں کوئی تجھ سا زیادہ خوشی ہے پریت کی چھب دکھ
دھیان یہ جان دل اس آن قربان نہیں کرمل سجن بیکل۔ نازید جانے
نینے کے تن سے من بے من آن کی یہاں نہیں جان کروں
لگانے کے بعد ایک ہیبتناک آواز آتی ہے۔ اور دروازہ کھٹکھٹاتا ہے

بختک۔ بادشاہی محل میں کیا ہو رہا ہے ناٹک بنائے ہو۔ کیا فتنہ اٹھائے ہو دروازہ کھولو
زرینہ۔ یہ فتنہ ساز بختک کی آواز ہے۔ یہ کیا غضب ہوا۔ پیارے گلرو
اب کیا کریں۔ بڑی خرابی کا سبب ہوا۔
بختک۔ کیوں کیا دروازہ توڑنا پڑیگا۔ اسی میں خیر ہے دروازہ کھولو
جہاں دوست کو چھپایا ہے۔ وہاں دشمن کو بھی جگہ دو۔

گلرو دغا سے ملی سچ افسوس بقتل کرتی ہے — زرینہ تیری ہو بھلا منہ پہ بشک مجھ کو آتا ہے
تیری ہی نگاہ کام سے کھرے بھی مجھ کو پھنسا ہے — نہ مرکب ہی سوار ہیگا نہ ہی تیغ و تیر اس دم
اگرچہ میں ہوں تنہا ہو عدو دل کینہ ہی برہم — مگر مارونگا سب کو کچھ نہیں مجھ کو الم باہم

زرینہ پیارے گلرو مجھے اپنے پہلو میں چھپا۔
گلرو بیجا موزے میں میرا ایک خنجر ہے چھپا — خوب یاد آیا ہے وہ زہر ہلاہل میں بجھا
بس اسی خنجر سے کاٹونگا میں ان سب کا گلا

بختنک — (موسیا ہونکے دروازہ توڑکر اندر آجاتا ہے) ؎

غفلت شعار اب تو کہاں جانے پائیگا — اوچھے کیسے جان شیر کے منہ سے بچائیگا

اب یاد رکھ یہاں سے تو سلامت نہ جائیگا

اوقرم ساق مردک بختنک تو نہیں جانتا میں اپنے خاندان میں ایک نوجوان ہوں۔ گلرو پہلوان ہملی ۔ او نامرد اگر تجھ میں طاقت تو سامنے آ جوانمردی دکھلا ہے کوئی ایسا جو مجھے ہلا سکے۔ (سب سپاہی خوفزدہ ہو کر کونے میں چھپ جاتے ہیں) میرا تو ہوش اوڑ ا سنتے ہی نام۔ اب دل نہیں دل میں کہ کس پہلوان سے سامنا پڑا ہوں سخت مشکل ہی۔ میری کیا موت آئی جو بڑا اسکو مقابل ہیں

گلرو — او بزدل میموں خصال روباہ مثال۔ مردک بختنک ہمت ہو تو سامنے آ۔ جوانمردی دکھلا ؎

اگر چاہتا ہے دیکھنا تو خباک خونکا میل — دو چار ہاتھ دیکھ دلیر مرد کے کھیل کھیل

دکھلا دو مجھ کو تو ۔ جوانی کی رسیلی کیل — اک دن میں اوکھاڑ دوں تیری کمر کی حیل

چاہوں نہ گرز و اسپ و مرکب کیواسطے

خنجر یہ ایک کافی ہے تم سب کے واسطے

یہ جو کچھ ہے نوشتہ تقدیر ہے۔ مگر ایک تدبیر ہے۔ جو احسان کرے عہد و پیمان کرے۔ تو میں بحضور شہنشاہ چلوں۔ اور جو کچھ گذرا ہے بیان کروں

بختنک — (با ادب ہو کر) بہتر ہے باتوں میں ٹھنڈا بناؤں ہیں۔ اور مکر و فریب سے قابو میں لاؤں ہیں۔ جو راضی ہے تو چلنے کو تو شاہ تک تو میں تیری فرمی سے کب دو رہوں۔ تو تسلی رکھ میں لڑنے نہیں آیا ہوں۔ شاہ کا پیغام لایا ہوں۔ مجھ کو بلانے آیا ہوں ہے یقین جبکہ ترا چہرا روشن دیکھے۔ حسن و خوبی تیری اور یہ جوبن دیکھے۔ رحم کھائے وہ مجھے بنگلے نہ دشمن دیکھے۔ حسب خواہش کہ زرینہ سے بھی شادی ہو جائے۔ پھر تجھے شہر میں ہر طرح کی آزادی ہو جائے۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں شاہ

سے تیری سفارش کرونگا۔ خنجر پھینک اور میرے ساتھ آ۔ میں تجھے عزت سے لے چلونگا۔

گلرو۔ قبول ہے۔

زرینہ۔ ارر ر۔

بجھنگ۔ باندھو اس ناپاک بیباک کو باندھو مضبوط باندھو ایک ایک جگہ سو سو بل دو۔ اب کہاں ہیں ناپاک وہ سب شیخیاں۔ لازم ہے کہ توڑوں تیری ہڈیاں۔ اب تو دھر اکے گئیں ڈھیکیاں۔ توڑ دوں گھونسوں سے تیری پسلیاں

گلرو۔ او نابکار مکار۔ دغا باز دغا کرکے تو فتح پا سکیگا۔ فتن کے دلیروں سے اپنی جان بچا سکیگا۔ اگر تو مجھ کو ذک دیگا۔ تو سارا فتن تیرے بچے بچے کی جان لیگا۔ کس کس کے ہاتھ سے بچیگا۔

زرینہ۔ او خدایا دکھ میں کیسے دیکھوں۔ تو ہی قادر ہے۔ اس بلا سے بچا۔

بجھنگ۔ خبردار مت بھاگ اے فتنہ ساز ادھر آ کدھر جاتی ہے ٹک چلی آ تیری بھی گرفتاری کا حکم ہے۔

زرینہ۔ اللہ رے ظالم چھپا تیری چھاتی یہ بدذاتی۔ اگر میں اکیلی بھی نہ یاتی تب اس کے ساتھ جاتی۔ جہاں میرا گلرو جاتی۔ وہاں میں دیوانی اب جو ہو سو ہو یہ جی میں ہے ٹھانی۔

بجھنگ۔ کیوں گلرو لڑتے ہو اب نہیں اکڑتے ہو بیٹھے کے ہاتھ کھیلو گے یا تلوار کے آؤ جی دو دو ہاتھ ہی سہی۔

گلرو۔ عاجز سمجھ مجھ کو شیطان تو دغا کرکے بکتا ہے اگر آن تو

بجھنگ۔ بجنے دو اب جلدا سے لے چلو بہت زور سا سلی شیخی کر

(بجھنگ کا گلرو کو گرفتار کرکے لیجانا)

سین ختم

باب دوسرا — سین دوسرا

محل

ضحاک۔ بس لیجئے زبان اپنی تو لگام کر | اوس کی سفارش کا نہ مجھ سے کلام کر
بدکار ہو نہ اسکی حمایت کا نام کر | چل دور ہٹ یہاں سے مجھے بس تمام کر

ملکہ۔ اے تاجدار سہری ایک —

ضحاک۔ بس کر بیدا اپنا منہ نہ دکھا ہمیں مجھے | بیٹی کا میری صاف گناہ کھل گیا مجھے
ظاہر فضیحتی ہوئی یہ ساری جہان پر | اب ناک کٹ گئی میری تخت و نگین پر

گانا

ملکہ۔ خطا ہے معاف اب یہ حال ہو اور بیوقار ہو | عفو خطا زرینہ کی یہ اب کی بار ہو
از حد گنہگار ہے اور بدشعار ہے | معافی ہو اس کی بندی جان نثار رہو
جب ایک تو رحشمی ہوا اور دسپہ ستم | مادر کا سینہ غم سے نہ کیونکر فگار ہو

ضحاک۔ بس چپ بھی نہیں تیری لعنت ایسی نیت پر | لگا آگ اسکے منہ کو خاک ڈال اسکی محبت پر
تجھے بدکار کی الفت ہے لعنت ایسی الفت پر

ملکہ۔ اوس مرد بے حیا یہ نشتر ذرا کرم کرو | گردن پہ اوسکی جاری یہ تیغ دودم کرو
لیکن یہ میری حال پہ شاہا کرم کرو | اس میری لاڈلی پہ نہ شاہا ستم کرو

ضحاک۔ بدذات تو بھی کیا نہیں باز آئیگی | گر اب کی بار عفو خطا اوسکی چاہیگی
بیٹی کے ساتھ تیری بھی بس جان جائے گی

ہائے اس کے چہرے کی سفیدی گوہر کے سفید دانت نکل گئی۔

مصاحب۔ سن اے شاہ کیوان علم قستان (?) سکندر، دارا حشم، نیر کوکب بخت، گردوں آفتاب لب، شاہ فلک بارگاہ، دو دو لوگ منگل و سنیچر نحوست اثر، زہرہ و مشتری کی طرح جلتے ہیں باہم گرتھے۔ تقدیر سے بے خبر تھے ہیں زحل بنکر ان کے نصیبوں پر چھایا، اور مریخ بنکر حکم دیا اب تو بھی بیچ

عقرب سے طلوع ہو کر فرمان جاری کر، زندگی سے عاری کرے
وہ نوذر کے گھرانے کا گل ِ جواں کہ ہوتے ہیں جس سے سرخ پھول

ضحاک۔ آہ یہ خبر تو اور بھی میرے زخموں پر نمک پاش ہوئی جو اس خفتی بندر کی معاش ہوئی
بخشک ابھی اس دم ان دونوں چنڈالوں کو میرے سامنے حاضر کرو
یہ کمینہ روش رو بیں میں میری تو بھر گیا اور زہر کی طرح رگ و پے میں گزر گیا
یہ کیفیت جو اس پہ نشے نکلے تو بیگانی یہ زہر ملے کے خون میں پے لیگا نمجا
کیوں رے او کلموئے گیدڑ کے برادر سنگ زرد چور بنکر چھپا پھرتا ہے
او بزدل نامرد میرے گوہر نایاب کا چرانیوالا تو ہی ہے، اور چھپ چھپ کے
محل میں آنیوالا تو ہی ہے۔ اس چمکتے ہوئے لعل کو دیکھکر تو سانپ کیطرح
کور نہ ہوا۔ او اجل گرفتہ آج کے دن سے پہلے تو زندہ درگور نہ ہوا جیسی
تیری قسمت پھوٹی ویسی تیری دونوں آنکھیں نہ پھوٹیں۔

گانا

زرینہ۔ سن پتا مورے دو ہم گاری ناہیں۔ سانچی باتیں تمہیں سناؤں رے
دو ہم گاری ناہیں۔ بس میں تیرے ہے یہ پیارے، تم ہو سرور
غم ہے اس پر ظلم بنکر غضب تو مت کر سن پتا۔

ضحاک۔ بدکارنا بکار کمینی بذیل زن تیرے دل سے چھپیں کے ہی لالچ تیرا بدن
زرینہ۔ پدر جان لوگے تو مر جاؤنگی۔ جگ میں نام کر جاؤنگی۔ اب تو دنیا میں یکہ وقت
مشہور ہے پھر وہ ہو جائیگی۔ لوگ کہیں گے کہ لعل نے اپنے باپ کا
سینہ چاک کیا، اور ضحاک اپنی بیٹی کو ہلاک کیا
گلرو۔ آفریں زرینہ آفریں۔

گانا

مت ستا ستم کن ناری یہ مت سنو سرور تم نہ خوش کرنا۔ وہ ہے بڑا عالم
تو ہے ظالم سنو سرور تم رہو خوش تم کو لاتم مرد دنا بھر سے گا میرا دل مت

ضحاک۔ او نا ہنجار خدائی خوار بدکار کیا بک بک کرتا ہے بیحیا ڈوب نہیں مرتا۔

گلرو۔ گلرو کو جان کا نہیں واللہ کچھ بھی ڈر　　پر پہلے میرا ماجرا تو سن دھیان کر

یہ چین دشمنوں کا مکاں کیسے آیا میں　　پر جان کچھ وبال نہ تھی کیوں چھپا یہیں

ضحاک۔ تو جانتا ہے دشمن ہے خفتن کی ساری چین

یہاں پھر کس لئے تو چلا آیا کمین

گلرو۔ دو گالیاں تم کو زیبا نہیں　　شاہ بادشاہوں کا شیوہ نہیں

گانا

شاہ جی دور اس سرا سے میں رہنے آیا۔ قسمت نے رستہ کھویا۔ سایے میں آکر سویا۔ نہ میں فنا تھا۔ اپنی خونریزی دکھلانے آیا ہوں میں حیران کہ چین میں کیسے آیا۔ تیر تلوار پیکان کا نہ ہوش پایا۔ کیسے تھے تم جو خواری۔ ہوتی ہے شدن بھاری۔ اس دم پر غم بیکس بے بس آ پہنچے در پر کیا بیان سننے پایا۔ شاہ جی۔

ضحاک۔ بس بک چکا اور بھی کچھ سر پھرائیگا　　کچھ اور جھوٹی سچی کہانی سنائیگا

گلرو۔ اگر کسی پری نے اڑایا مجھے وہاں　　اور راہ میں سواری تھی دیرینہ کی رواں

اوس نے مجھے لٹایا عماری کے درمیاں　　تھی خواب میں زرینہ اور میں تھی خفتہ جاں

کچھ سیر کرکے ہو گئی وہ نور دل رواں　　افسوس اسی وقت کھلی چشم خفتگاں

ضحاک۔ ان جھوٹی باتوں سے نہیں بچتی تیری جان۔ کیوں عورتوں کی طرح مکر کا بیان۔ ہو دونوں بے حیا گنہگار بے گماں۔

گلرو۔ خطا معاف ہو۔ اگر شیطان کے ہاتھ انصاف ہو تو ایسا ضرور ہو۔ ہرگز نہ اس کے خلاف ہو۔

ضحاک۔ افسوس میری جان و جگر میری زندگی میں ایسا کرے میری نور نظر مجھ کو یوں اندھا کرے۔ میرا خاص گوشت میرا لہو میرے سامنے بیہودہ کرے

گلرو۔ جس قدر ہاتھی دانت اور ناخنوں میں فرق ہے۔ اسی طرح تیرے اور اوس کے

گوشت پوست میں فرق ہے، تو ظالم بے رحم تو دم باز یہ مساز جہ نسبت خاک باپ کا

ضحاک۔ نہ یک نام مردکم ہمت کرے چھپ چھپ کے تو چوری
پھر اس پہ یہ دکھاتا ہے ہمیں بدذات منہ زوری

گلرو۔ اس وقت جو میں لاعلاج ہوں تو تو یہ نہ سمجھ کہ میں ہمت کا محتاج ہوں سبب
اس مردک بخنک کی دغابازی کا جال ہے۔ جو مجھ پر گرفتاری کا وبال ہے

کہ باندھا مجھکو اس بدذات کی قول و قسم دیکر
خدا کی مار ہو لعنت ہو ایسے جھوٹے مردوں پر

زرینہ۔ یہ غم آنکھوں سے دکھلاتا ہمیں ہے تقدیر
زیادہ تیر سے بھی کارگر اس غم کا نشتر ہے

یہ وہ غم زندگی میں ہے کہ موت اس غم سے بہتر ہے

ضحاک۔ تمنا تھی کہ جس گلشن کو میں پھلا پھولا دیکھوں
غضب ہے اسکے دو غنچے جگر بنا جدا دیکھوں

گانا

زرینہ۔ پتا تم کو کیوں غضب بابے گھیرا۔ سجن ملو ہے صفت خدا سے کیا پر
جیت راہ سدا بھجن کرو گی صفت خدا سے وہ پر عشق در انکو بچا کیوں

گانا

ضحاک۔ مکار ہے یہ پاپی بے شرم اسی دم انہیں سولی دیدو ہم باہم
ابھی جا کر پھانسی دونوں کو تو دیدے ہم ہیں دونوں نابکار بے شرم
جھوٹھا ان دونوں کو دھار بھول جاوے سب گفتار سے دل
لگی کی بہار۔ تجھ کو کیا بچار کر تو ان کو خوار دونوں ہیں بدکار۔
جاوے تم پر تھو تھو تھو۔ جا دور کر ان دور تھو تھو تھو

ملکہ۔ نہیں نہیں اے سلطان خدا نے دو جہان بھی انسان کے تقصیر معاف
کرتا ہے۔ اب کی بار اس کی خطا سے درگذر کریں۔

ضحاک۔ نہیں ملکہ۔ جینے کے قابل
مگر کیا کروں دل سے ہم یہ مائل
زرینہ کو بخشا مگر دل ہے گھائل۔

خیر بھائی بخنک ابھی اسی دم اس چنڈال کو لیجا کر پھانسی پہ چڑھا دو۔

زرینہ کو اس کی حالت دکھا۔ تاکہ دوسروں کو دہشت و عبرت ہو۔

زرینہ۔ ارے یہ حکم تو اچھا نہ ہوا

جب مہر کی ہے آپ نے تو پوری کیجئو　　مجھ کو کیا رہا تو اس کو بھی کیجیے

غم یا خوشی جو دیجئے دونوں کو دیجئے۔

ضحاک۔ بجنگ کیا دیکھتا ہے۔ سزا کے حکم کے بعد اس خبیث کو کیوں میرے سامنے کھڑا کیا ہے۔ جلد پھانسی پر چڑھا دے ہمیش کا مزا چکھا دے۔

گلرو۔ تو نامردی سے مجھے قتل کراتا ہے یاد رکھ کہ آگے تو نشا ہنس کے بیٹے کو دغا سے ہلاک کر چکا ہے۔ اوس کی موت سے گنبد فلک کی کان تپ رہی ہے۔ میرے اس خون سے اوس میں چنگاریاں پڑ جائینگی۔ اور رفتن سے دلیروں کی آتش غضب بھڑکے گی۔ بلکہ تجھکو اور ساری چین کو خاک سیاہ کر دیگا

باب دوسرا　　سین تیسرا

پھانسی

پہلا جلاد۔ ارے ٹھیک ٹھیک ٹھونک یہ پھٹ پھٹ کیا کر رہا ہے۔ شاہ کو پھانسی کی جلدی ہے۔ اور تجھے اتنی دیر ہوئی ابھی تک کھٹ کھٹ کھٹ کر رہا ہے

دوسرا۔ اور کیسے ٹھونکیں بڑا حکومت کرنے آیا۔ جیسے تم ہی ہو سالار خاں۔ ٹھیک ٹھیک ٹھونک اور کیسے ٹھونکیں۔

پہلا۔ ارے چرکٹے یہ ٹھونکا ٹھکی کا تیرا کام ہے۔ کیا تو جانتا نہیں کہ کرٹے خاں ہمارا نام ہے۔ چل جلدی تیاری کر۔

دوسرا۔ ارے دیکھ وہ لوگ آ گئے۔ آ گئے۔

گلرو۔ اس چرخ ستمگار نے کیا رنگ دکھایا　　افسوس محبت کا مزا کچھ بھی نہ پایا

دل ملتے ہی منہ آ کے جدائی نے دکھایا

زرینہ۔ گلرو تم کو چھوڑ کر غم سے بچونگی میں　　جاؤ یہ جان پا کر رہو سب سہونگی میں

سچ جان تیرے مرنے سے پہلے مرونگی میں

گلرو۔ پیاری زرینہ اب میرے ملنے کی آس توڑ۔ اب مجھے دل سے اپنے بھول جا۔ میرا خیال چھوڑ دے

میرے غم میں آنسو بہاتی ہے کیوں
بھلے چنگے جی کو جلاتی ہے کیوں

بلاسے بتری میں ہوا جو ہوا
تو ہے جانو مجھ پہ صدقے ہوا

زرینہ۔ ہائے آسمان کیا ہماری گرفتاری میں کوئی غیبی فرشتہ بھی مدد کو نہ آوےگا۔

نجنک۔ افسوس پیاری زرینہ۔

گلرو۔ یہ تھوڑی دیر کی خاطر محبت کس لئے کرنا
کوئی دم کا ہوں مہماں مجھے طاہر ہے مرنا

زرینہ۔ نجنک یہ میری عرض ہو اسکو قبول کر
کر قتل مجھ کو اس کو نہ تو ملول کر

چھوڑ اس کو مجھ کو مار نہ قصے کو طول کر

نجنک۔ چل ہٹ ہیلے نہ حجت فضول کر۔

زرینہ۔ ہائے اللہ یہ آنکھیں ہمیں کیا کیا ستم دکھائینگی۔

گلرو۔ نجنک مجھکو جلانے دے قصہ تمام کر
مرجاؤں جلد میں یہ جھگڑا تمام کر

زرینہ۔ گلرو وہ قول یاد ہے جبتی گاہ کا
پیارے کیا تھا قول مجھ سے نباہ کا

تو نے قول مجھ کو دیا تھا نباہ کا

گلرو۔ صبر کر زرینہ تجھ کو دے صبر خدا
میرا اقرار خدا کو نہیں منظور ہوا

تادم مرگ تو میں زیست کا بندہ رہا
اب جو مرتا ہوں تو تجھ پہ میں فدا ہوں فدا

زرینہ۔ اے سپاہیو تم ہی مہربانی کرو۔ پہلے مجھے مارو۔ میرا تن سر سے اوتار دو

شیطان نجنک کیا تو میری جان نہیں لیگا۔

نجنک۔ بدلہ تو جان لینا ہی تھا تیری چاہ کا
پر کیا کروں کہ حکم نہیں مجھ کو شاہ کا

چل ہٹ دیر ہوتی ہے۔

زرینہ۔ نہیں نہیں میں نہیں چھوڑونگی۔ اس کے ساتھ میں بھی پھانسی پاؤنگی جہاں یہ جائیگا میں بھی وہاں جاؤنگی۔

بتا اے گرفتار رنج و بلا کہ تو کون ہے اور تیرا نام کیا

گلرو - اے نامدار و زیرک

نوذر کو خاندانکا میں پہلوان ہوں نوذر کا نور چشم ہو رستم کی جان ہوں

گلرو ہے نام میرا عشق کا جوان ہوں

بختک - (کنارہ ہوکر) یہ وبال بیچ میں کہاں سے آیا۔ اب گلرو بچا میں موا اس کا آنا اچھا نہ ہوا۔

(ضحاک بادشاہ دو چار مصاحبوں کے پھانسی کی جگہ پر آتا ہے)

ضحاک - آؤ مشیر صاحب آؤ۔ تم کہاں اور کب آئے۔ کس سے یاں کی خبر جو یہاں آئے

مشیر - جہاں پناہ میں ابھی آ رہا تھا۔ حضور کی قدم بوسی کو جا رہا تھا۔ ناہ میں یہ ماجرا دیکھا اور ادھر چلا آیا۔ (اس کے مشیر غمگین صورت بنا لیتا ہے)

ضحاک - کیوں ہوئی خاموش کوئی چیز ہو درکار تجھے لشکر و مال بھی دینے کو ہوں تیار تجھے

سارے دربار میں کرتا ہوں سوا پیار تجھے مانگ جو چاہئے کیا ہیں تو مختار تجھے

مشیر - رہو تیرا قائم یہ جاہ و جلال مبارک ہمیشہ تجھے ملک و مال

بہت تو نے بخشا ہے مال و منال نہ شب روز ہے تم کو میرا خیال

مگر آج اک آرزو اور ہے وہ اک دور کی بات کا غور ہے

ضحاک - وہ آرزو کیا ہے ذرا اب تو بتلا ابھی پائیگا تو اپنے دل کا مدعا

مشیر - نظر آتا ہے گنہگار جو پھانسی پہ کھڑا عرض کرتا ہوں کہ دو تم اسکو پھانسی کی سزا

ضحاک - یہ کیا؟

مشیر - اے شاہ تو چونکہ زیر اس بیان سے کہنا یہ بے سبب نہیں سن تو جب ذرا نے

مت چھیڑ چھتہ بھیڑوں کا چھوڑ اس کو جانے

ضحاک - کیوں کیا ہوگا۔ چھیڑ چھتہ کیسا۔

مشیر - میں نے پہلے بھی آپ کو مشورہ دیا تھا یاد ہوگا عرض کیا تھا کہ شاہ ختن کے بیٹے طلے نے اپنے باپ سے آزردہ ہوکر آپ کی دوستی کا دم بھرا تھا۔

اس کا قتل کرنا بُرا ہے۔ آپس کے عہد نامے ٹوٹ جائینگے۔ ختن کے دلاور
دشمن بنکر چین کو لوٹ لینگے۔ مگر آپ نے میرا سمجھانا نہ مانا۔ اوس کو بیگناہ
قتل کرایا۔ شربت میں زہر ملایا ؎

دیکھا نہیں ختن عداوت کا تو نے طول | ستم سے دلیروں کو شاید گئے بھول
دو بار [illegible] جھاڑ گئے چین کی دھول | برگشتہ تخت و تاج کیا مجھ کو دل ملول
اوس پر بھی بغض اوسکے دل سے نہیں گیا | اس کو نہ مار جانتے فتنے کو مت جگا

ضحاک - ہے آتا ہے میرے دل میں کہ پہلے اس کو | کیا ہے کام اس بدذات نے ایسی فضیحت کا
پھر ماننا ہے کیوں اس آگ پر پانی نصیحت کا

مشیر - اے خوش نصیب شاہ۔ آپ کا فرمانا درست ہے ؎

منظور مجرموں کی رعایت نہیں مجھے | بدکار ہیں یہ انکی حمایت نہیں مجھے
ان کی سزا میں کوئی شکایت نہیں مجھے

مگر آپکے نامدار کے تخت و تاج ملک و راج کی طرف نظر کر کے نیک صلاح دیتا
ہوں کہ ابھی تک پہلے ہی کینہ کا میان باقی ہے۔ اس میں تو یہ کانٹوں
جھاڑ بوتا ہے۔ اندراین کا پھل کب میٹھا ہوتا ہے۔ وہ فولادی نوند
دیو کے مانند جب اپنے بیٹے کے مرنے کی خبر پائیگا۔ تو ضرور بدلہ لینے
کے لیے آئیگا۔ پھر تو افسوس کرنا پڑیگا۔ اور پچھتانا پڑیگا ؎

بہت کو مختصر کرتا ہوں مانو اس نصیحت کو | یہ تھوڑی ہی بہت جانو کم نہ جانو اس نصیحت کو

ضحاک - بدنامی دو جہان کی لوں تو رہا کروں | رسوا بناؤں ذلیل ہوؤں تو رہا کروں

مشیر - نہیں ایسا نہیں ؎

نہ رسوا بنا یہ چاہیے رہا کرنا | نہ چاہئے پھانسی پر مورد بلا کرنا
کسی بلا میں کسی غم میں مبتلا کرنا

اسے ایک بھاری قید میں قید کر دیجئے۔ پھر قتل کرنا۔ پھانسی دینا اپنے اختیار
میں ہے۔ جب اس کے قید ہونے کی خبر ختن پہنچے گی تو اون لوگوں کو عبرت ہوگی

ضحاک ۔ تیری یہ بات میرے دھیان میں آئی وزیر ۔ تیری صلاح نیک ہوئی میرے دلپذیر
بجلد اوتار پھانسی سے اور کر اسے اسیر

اسے ہفتخوان کے تاریک کنوائیں میں قید کر اور اہرمن دیو جو ایک بڑا بھاری جو پتھر اوٹھا کر لایا تھا ۔ وہ اس کنوائیں کے اوپر دھر اور اسے اتنا نیچے کنوائیں میں لٹکا کہ آفتاب مہتاب کی روشنی اوس تک نہ جائے ۔ اور اس کے رونے کی صدا باہر تک نہ آئے ۔ اور اس غیبانی منانی زرینہ کا محل تاراج کر اور شہر بدر کر

کہ اس چاہ سے سر گرداں رہے ۔۔۔ اور اوس چاہ میں یوں بھٹکتی رہے
ادھر دیکھ تا شاد ہوگا مراد ۔۔۔ گریگی بہت اپنی قسمت کو یاد
چھپایا جسے چاہ سے اسکے گھر ۔۔۔ حفاظت اب اوس چاہ پہ اوس کی کر

(بادشاہ صاحب وزیر و امرا کے چلے جاتے ہیں)

زرینہ ۔ کچھ غم نہیں ذرا فکر نہیں ۔
تیرا شکر ہے میرے پروردگار ۔۔۔ کرم تو نے اس دم کیا بے شمار

گانا دونوں کا مل کر

ہائے یہ جان کیوں بچی دکھ سے خاموشی رکھے ۔ ہائے ہائے ہائے تن من
میں خوش پائے تو کھائے پچھائے من نشتر اوٹھائے سکھ پائے دکھ جائے
کہیں قید اوٹھائے نہیں من گھبرائے نہیں ۔ گاڑ دی جائے نہ ناہیں
ہائے ہائے ہائے ہائے ۔ ہزار ہزار احسان شاد غفار ذیشان رحمان ۔
من سکھ کرنا ۔ مت ڈرنا چھپ ڈرنا ۔ دھیان بھرتہ تقدیر نار نہیں بیٹھائے
ہوتی ناہیں کبھی کھچائے ہائے ہائے ہائے ۔ یہ جان کیوں نہ بچی ۔ دغا سب کل

باب دوسرا ۔۔۔ سین چوتھا

جنگل

(بہشت عنبر کا مقدم اور اوس کی عورت گفتگو کرتے ہوئے آتے ہیں ۔)

مقدم - ارے ارے تمہارا ناس جائے ساری کھیتی اجاڑ دی، برباد کر دی اسو کوئی ہے

عورت - چوں چوں کاہے چویم مارتے ہو۔

مقدم - ان کا ناس جائے بالک کوجے گام کے بھی بڑے حلمی میں موشبو تے سگری کھیتی اجاری۔ پو لو گبھرا کے دیاں سگری کون کو گھرائے دی۔

عورت - لورت جے کھوج بیٹے بالک بھی لے، ورد ی میں نہ جانے کھیتی کو کوہ بالک بھی ہو گئے یا تا ہیں۔

مقدم - ارے ارے رے لو دوسرے کھیت میں بھی درائے پڑے

گانا

مراد - لے پیسہ روپیہ بھری رے آ ہا ہا۔ گھیرے کے کھیت میں ملے پائے روپیہ بنوں میں بھی سیٹھوں کا بڑا بھیا۔ یوں کہتا تاکھن۔ یو کمنا تاکھن۔ درزی بلا دے اچھے کپڑے سلاؤں۔ پائے روپیہ موچھوں کو چڑھاؤں بول کمنا تاکھن بول کمنا تاکھن ملے پیسہ۔ آب باپ کوجے دہیر سارے اور بیچے۔ بیتا دیگے، اور کہینگے کہ کھیتی باڑی کا دھندہ چھوڑ دو۔ بیٹھ بیٹھ کھا ؤ ہوے تو ایک چھوٹو ٹولو لال لال گھنا سا ٹٹوں کا چھڑا لے دو، میں اس پہ چڑھ ہونگا۔ اور باس سا کی پھوج میں نوکری کرونگا سپاہی بنونگا۔ پھر سب کمائی کرونگا۔

(ایک دوسرا لڑکا مراد کو چھیڑتا ہوا آتا ہے۔ اور گاتا ہے)

گانا

لڑکے کا - ابھی بولے رے کوئل کی بولی رے تو بولے سلیک آون پڑے باوا کی مار تمہارے سر پہ کھائے بتیوں کی پڑی جون تو ں کی مارے ایسا ناہیں بول نام کون کھیلن کا جائے تو بھول ہاتھ بندھا کے یوں۔ بھوتوں کی کھائے ڈہول اپنی ماتا ہے۔ تو جائے وہ دیکھے ٹول مالی بلدی پھیکی للکے لگا انگی کھولی۔ ارے بول بول بول کوئل بولے۔ گوکو بیٹے یا رب تو تم ہیں توں ہو۔ تب ارے رے رے مراد تیری کھیکتی آئی رے۔

مراد۔ چوں موری کھیلتی چوں آئی۔
لڑکا۔ تیرے سارے وہاں تیرے ہی گائیں گماتیں۔
مراد۔ گائیں وہاں تیں کیسے بڑھ گئیں۔
لڑکا۔ تو کھلی چھوڑ گیا تھا۔ نانده کے کھوڑی گیا تھا۔ وہ چلی گئیں۔
مراد۔ پھر کسی نے پھیریں یا نانی پھریں۔
لڑکا۔ تیرا باپ پھیر کے لایا۔ بڑے غصہ ہو رہے ہے۔ سارے وہاں آج بڑ گئے اور گھر دھور سب تیرے کام نا کرنے سے خراب گئے

گانا دونوں لڑکوں کا ملکر

ارے صبر صبر کا ہو رکھتی نالی۔ لڑکا کھال پھیرنیوالی روک مجھے نرخالی۔ چال چلو متوالی ٹھم ٹھم ٹھمک۔ ہاں ٹھم ٹھم ٹھمک واہ دیم دیم دیم دھمک۔ یہ جم جم جمک اوپر مراد ارے صبر صبر۔ گیا کھٹ پٹ ہے۔ کھدے سے جھٹ پٹ۔ ہو گئے ملکے گھر میں پھٹ پھٹ۔ گرے گا جو زیادہ سٹ پٹ ماروں چیا۔ طمانچہ جھٹ پٹ۔
چل جا نکل جا دا گو دکھائیں۔ ارے صبر صبر۔
(دونوں لڑکے ایک طرف کو بھاگ جاتے ہیں۔ مقدم اور اسکی عورت آتی ہے)
مقدم۔ یا کونا ہیں جانیں۔ مردوا کو کمبخت کیسو چھپائے۔ بے شرم بن گیو ہے۔ نہ سمجھائے سے مانت ہے نہ پیٹے سے ٹھیک ہووت ہے۔ کچھو دہیل رہی تا کرت آج بے جانے سکرے وہاں گوں کو گھر اندری ناس لگائے۔ ویسے بیچیا کو موت بھی نہ آئے آدت ہے۔
عورت۔ ہاں ہاں یوں کہتے ہوں۔ تمہاری جبان بند نہ ہووت میرا ایک تو بالک تم واکو بھی کوس کوس کھائے جاؤگے۔ تمہیں پر بیت نائیں آوت۔
مقدم۔ سو پریت والے ڈبونگا۔ پر بیت۔ دیکھو آج وہ جانہار گھر میں آئے تو پریت دکھائے دیت ہوں۔ ٹھکانے لگائے دیہ جھوں آج۔ ادھ موئے مارتے مارتے مار ڈاروں گو۔

(سامنے سے مراد آتا ہے مقدم غصہ سے دیکھتا)

مقدم - چون رے جان مار تو کہتے تھا۔

مراد - جنگل میں ہل چلائے رہو تھو۔

مقدم - ہل چلائے رہو تھو اور ڈھور کہتے تھے۔

مراد - کاما تون کہتے تھے میں ہل چلائیگا یا ڈھور کھائیگا۔

مقدم - راؤ تو جان مار ہوا ہمیری لیا۔ اکتو دہاں مراد ہے اور پر سے باتیں بنات ہے۔ آج تے کو مار ڈالونگا۔ جیتا ناہیں چھوڑونگا۔ پاپی بے حیا نیتی کی جڑ مراد کو مارتا ہے۔ (عورت چھوڑانے آتی ہے)

عورت - ہوں ہوں جانے دو۔ وبالک ہے۔ ناداں واکو سمجھ نا ہی تو کوئی کا کرے گا ہو کے لیما کی بات ہے۔

مراد - با وا ہیں ہوں ہوں۔ گو ان تمہارے کتے روپیہ کی وہاں کھا گئیں

مقدم - پوچھتا ہے جہاں ہاں بیگھہ موٹھی ۱۰۰ روپیہ تو زمیندار کو چلے جائینگے دس بیس روپیہ بھاگن تائیں تمہارے کھڑنے کو بھی چاہئے جیسے سب ہانن میں سے دی آ نی کا کھڑا اور بچا تھا۔

مراد - تو تمہارے ایک سو بیس کے بدلے اچھا گئے۔ اچھا مو سکا سو اور سو کے لو

مقدم - ارے بہیں کے پاس سو پیسہ کہاں سے آئے

عورت - ارے اے مراد یہ کہاں سے لائیو۔

مقدم - بیٹا تبا و کت سے لائیو۔

مراد - میں کسی کو بتاتا ہوں۔ بس تم اپنے وہاں کے روپیہ لیو سو سو لے لو۔ ڈیڑھ سو لے لو۔ اور کہتے ہو اب سو ہے روپیہ کی کا گھر ہے۔

مقدم - پیار کرکے اسے بتا کر یہی لایا کہتے ہیں۔

مراد - بس موہے مت پیار کرو تم تو موہے مار کے نکالنے لگا چکے

مقدم - ناہیں ناہیں بیٹا تو تو موہے بڑے پیارو ہے۔

چوبدار۔ قائم رہے یہ تخت و تاج / بنا ماجرا میں دیکھا ہے آپ
وہ نوذر دلیر اور دھونکل ہے ساتھ / ہے نوذر کا دھونکل کی گردن پہ ہاتھ
چلے آتے ہیں سوئے دربار وہ / یہ سمجھے آ پہنچے سرکار وہ

نوذر۔ فریاد فریاد اے صاحب داد مجھ پر بڑی بیداد ہوئی زندگی برباد ہوئی۔

شاہ۔ نوذر یہ تیرا کیسا پریشان بیان ہے۔ دھونکل تو سرائے عنبر سے کب آیا۔ تو کیسے آیا۔ اور وہ گلرو کہاں رہا۔

نوذر۔ گلرو ہائے گلرو۔

شاہ۔ بتا جلد دھونکل بیاں جلد کر / کہاں ہے وہ گلرو کی ہے کیا خبر

نوذر۔ قسمت میں بڑھاپے میں کہ ذبح بچہ تھا / گلرو تیرے جینے کی تمنا رہی باقی

رستم۔ کیا گلرو مارا گیا۔

شاہ۔ کہیں گلرو کا کیا حال ہوا۔ اس خبر سے تو کمال ملال ہوا۔

نوذر۔ اے شاہ کس زبان سے سناؤں جو حال ہے / پیری میں میرے سر پہ آیا وبال ہے
بے چین جی ہے دل پر ملال ہے / مخفی نشیمن میرے گر گیا وہ نونہال ہے
اس بیر کی لال کا کوئی پتہ اب نشان دو / ڈھونڈا ہو کہ ہم کہاں وہ تیر یا دن جو بدو

شاہ۔ کر صبر اسکا دھونکل جواب دیگا / یقیناً بتا لکو تیرہ تسکین و تاب دیگا

نوذر۔ یہ موذی دھونکل خدا اس کا خانہ خراب کرے
افسوس اس نے مجھ کو کچھ نہیں بتا دیا / اک خالی گھوڑا سامنے لاکر دکھا دیا

شاہ۔ کھڑا کیوں ہے خاموش دھونکل دلیر / بیاں حال کرتا نہیں کیا ہے دیر
تو کب دشت عنبر سے آیا یہاں / کہاں ہے وہ نو عمر گلرو جواں

دھونکل۔ اے تاجدار عالم رہو سلامت جہاں میں / مجھ کو نہیں ہے عذر پاس بیاں نہیں۔
پر غم سے تاب ہے نہیں میری زبان میں
مجھے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اب زندگی نہیں بھاتی ہے۔ اے نامور شاہ اب مجھے قتل ہی کر دو تو بہتر ہے۔

رستم۔ صاف صاف حال بیان کرنے میں کھٹکا کیا ہے   کیوں تمنا تجھے مرنیکی ہے گندا کیا ہے
سچ بتا گلرو کو تیرے پہنچا صدمہ کیا ہے

دہونکل۔ اے نامور میری داستان پہ غور کرو جب ہم دونوں طینوں کا شکار کر چکے۔ ان کے غول کو مسمار کر چکے۔ وطن کی طرف منہ اوٹھائے تمام منزل کو منزل خوش و خرم چلے آئے۔ تو جنگل میں ایک گورخر پھرتا نظر آیا۔ گلرو کا اس کے شکار کے لیے جی بھر آیا۔ ہر چند میں نے سمجھایا۔ پر اس کے دھیان میں نہ آیا۔ گورخر کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ اوس پہ کمند ماری اور کھینچا۔ گورخر پھنسا۔ اور اوس کے پیچھے بھاگا سو

وہ گورخر تھا کوئی سیانہ۔ شکار بھی فقط بہانہ۔ وہاں سے گلرو کا تھا اوٹھانا پڑا یہ آخر کو غم اوٹھانا۔ تمام جنگل کو میں نے چھانا۔ کیا حرام سب میں نے آب و دانہ۔ مگر نہ پایا کہیں ٹھکانہ۔ نظر میں تاریک تھا زمانہ۔ وہ اسپ پھرتا تھا وحشیانہ۔ نہ اس نے پایا آب و دانہ میں اس کو لیکر یہ وارد وطن کو آنا ہی خوب جانا۔

نوذر۔ جھوٹا ہے تو درست یہ بکتا ہے بیجا   اے تا جدار دیکھیو موذی کا افترا
کہتا ہے گورخر اوسے جنگل سے لے گیا   مکار میری ہاتھ سے تو بچ سکیگا کیا
چھاتی پہ چڑھ کے چاک کرونگا جگر ترا   پی جاؤنگا لہو میں اوکھاڑونگا سر ترا

شاہ۔ جھوڑو اسکو ابھی ہو نہ میرے حکم باہر   سچ جان کر زندہ ہو لیسر تیرا دلاور
ہے یاد نجومی نے کہا ہی مجھے اکثر   جب جوبن پہ لڑکے کو چڑھیگا میرا لشکر
ہمراہ میرے گلرو بھی ہووے گا مکرر

نوذر۔ اے سلطان ذیشان اس تسلی اور غمخواری سے دل بیقرار کو قرار آتا ہے۔ مگر اس کا جھوٹ بولنا تن بدن میں آگ لگاتا ہے۔

رستم۔ اے نابکار نا ہنجار گلرو ایسا مرد نہ زار تھا جو ایک گورخر کے مکر سے لاچار تھا۔ تجھ کو معلوم نہیں کہ وہ ہاتھیوں کے زور سے ہاتھی کے

داںت توڑتا ہے رشیر کا پنجہ موڑتا ہے ؎

یہ جھوٹی بناوٹ تیری چلتی نہیں موذی　　باتوں سے تیری موت ٹلتی نہیں موذی

گانا

شاہ۔ پاویگا اسی آن جان سزا ے جلدی اس کو پاوے نہ کچھ آب و دانہ نہ دینا نہ دینا
ترسانا ترساتا۔ جانا بھیجا کہ۔ پاویگا۔

تمر۔ دلاور تو ذرا غم نہ کر بے حد وہ داور صمد کریگا تیری مدد ہر طرف سوار دوڑاتا ہوں
تلاش کراتا ہوں، خدا چاہے تو جلد تیرے بیٹے کو تجھ سے ملاتا ہوں۔

رستم۔ اے شاہ میری یہ التجا ہے ؎

میری طرف سے جیلیے تکلیف اتقد　　وہ جام جس میں آتا ہے سارا جہاں نظر
اعجاز قدرت جسے کہتا ہے ہر بشر　　دربار میں منگا کے ذرا دیکھیے نظر
گلرو کا میں نشان و پتہ کچھ بھی پاؤں گا
سارا جہاں پھرونگا اوسے ڈھونڈ لاؤنگا

شاہ۔ ہاں خوب یاد ہوا اب اس بات سے میرا جی شاد ہوا۔ نوروز کا دن ہے
آج گھر گھر خورشید گیا عمل کے اندر۔ دیکھونگا۔ بصد خوشی اسی دم، وہ جام
جہاں نما لا۔ اور ایک رومی قبا طشت مرصع کا بر جواہر نگار میں رکھکر لا
جو میں پاک قادر سبحان کے حضور کھڑا ہو کر اپنی حاجت چاہتا ہوں۔
(خزانچی جاتا ہے۔ تمام اہل دربار شاہ کو دعائیں دیتے ہیں۔)

گانا

سب کا ر شاہ ہو خوشی سے خسرو کمال　　غیر کے خدایا بخت کے زوال
پلیئے شاہا تو پایئے خوش حال　　رحم کا ہو بیکسوں پہ تیرا خیال
شاہ کا جمال ہو شیر کو ملا ئی　　نصیب باکمال ہو سپے لولا کہ مال
دقیق ہو تو نہال ہو عدو ہو پامال　　شاہ ذو الجلال ہو شاہ ذو الجلال

(خزانچی قبا لاتا ہے۔ بادشاہ قبا اوڑھکر دست بستہ کھڑا ہو کر کہتا ہے)

ماہ۔ خداوند خلایق کون و مکاں — تو ہی رازدار ظلم جہاں
تو ہی عالم الغیب ناظر نظیر — تو ہی حسب لاریب مخبر خبیر
تو ہی واقف راز سر نہاں — تو ہی راز دان و تو ہی غیب داں
اے پاک پاکیزگی پسند غیب دان۔ اے سب جاننے والے خداوند جہان میں تیرے حضور میں سر جھکا کر امیدوار ہوں۔ اس پوشیدہ حال کے اظہار کا طلبگار ہوں۔

گانا

ماہ۔ تیر نیام کو جیون میں نندن یاد رہی مورے جو ہے حکیم پڑی یہ اب کھول سب حال لاگی تورے دوارے۔ تیر نیام کو کل کی خبر مجھے دے اب کھول سب حال آسا لاگی اب تورے مورے ہردے نیام کی تیر نیام کو۔
ر۔ مبارک مبارک ہو ذرا تجھے۔ گلرو تیرا زندہ ہے۔ وہ جیتا ہے۔ سلامت ہے
درما۔ اے خوش نصیب شاہ بیشک تو راز دان ہے۔ گلرو میرا کدھر ہوا اور کہاں ہے
ماہ۔ ہی زندہ ملکہ جینے سے اب تنگ ہوا ہے — پنج وا نذ ہو غم کے اب سنگ ہوا ہے
بلبل کی طرح زرد وہ خوش رنگ ہوا ہے — اور قید کی سختی سے بہت تنگ ہوا ہے
ایک کنواں ہے۔ اور گلرو اوس میں اولٹا لٹکتا ہے۔ اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اور ایک حور اوس کی نگہبان ہے۔ اور اوس پہ فدا ہے۔
ماہ۔ اے شاہ چاند ہے وہ میرا کس فضا میں — گلشن میں ہے کہ دشت میں یا کوہسار میں
ہم بندہ نواز قید ہے وہ کس دیار میں۔
ر۔ ہفت خوان نام ہے ایک چین میں دشت خونبار۔ واقعی دشت ہے وہ بیابان پر خار ہے غضب ناک بیابان میں اندھیری غار ہے۔ اور اوس غار میں گلرو حال زار ہے
ضحاک نے گلرو کو گرفتار کیا ہے — اوس بند گراں نے اوسے لاچار کیا ہے
ماہ۔ اسی ظالم نے یوں ستم دیکھے کملایا ہے گل میرا — اسی بد ذات کی شوخی سے مرجھایا ہے گل میرا

رستم۔ اے شاہ عالم پناہ۔

گانا

تیرا ثانی شہا کون ایسا ہوویگا۔ ناکارہ باقی باقی ایسا ہوگا۔ جو نادانی کرتا
ہے نے جانا۔ غم کا بانی بیشک وہ ہوویگا۔ شہا کیا لاثانی ہے۔ بے ایمانی
ہے۔ غم کا وہ بانی ہے۔ دشمن جانی ہے۔ ظالم وہ دیکھیگا میں بھی رستم نامی جانا ہو

شاہ۔ کسقدر درکار ہوگی فوج تمکو اے ہور ... چاہیئے سامان کتنا اور کتنا زر

رستم۔ سلامت رکھے سلطان خدائے دوجہان مجھکو۔ نہیں اس کام میں درکار کچھ فوج
گراں مجھکو۔ چین پر لڑائی نہیں کرنا۔ ملک حکمت سے گذرنا ہے۔ اگر
ضحاک لڑائی کی خبر پائیگا تو فوراً گلرو کو قتل کرائیگا۔ تو پھر محنت بے سود ہوگی
سوداگروں کا لباس کرکے جاؤں۔ اور خفیہ گلرو کو چھڑاؤں پھر لڑائی کا مزا چکھاؤں

شاہ۔ آفرین تجھ پر بہت عاقل و دانا ہے ... تو تجربہ کار ہے اور خوب سیانا ہے
میں راضی ہوں تیری کہنے سے تو نے دیکھا زمانہ ہے

رستم۔ اب حکم دیجئے کہ مجھ سو ملیں سوار ... وہ ہوں چیدہ زیرک توانا ہوشیار
سو اونٹ اور ان پر ہو سامان تجارت کا ... کمخواب اور حریر اور زربافت کا ہو بار
تاجر بنونگا ہو بہو جاؤنگا شہر میں ... گلرو کو ابتو لاؤنگا میں یوں اقتیا میں

شاہ۔ ابھی سب کچھ تیار رہتا ہے۔ اونٹوں پہ بار رہتا ہے۔ سو سوار تو خود
پہچان لے۔ اون کے واسطے مجھ سے فرمان لے۔

رستم۔ اب ایک اور التجا ہے۔

شاہ۔ وہ کیا ہے۔

رستم۔ اذبک میرے ہمراہ کیجئے۔ جو خوش مزاجی میں کام آئیگا اور دہونکل کو قید سے
منگا لیجئے۔ اور میرے ساتھ روانہ فرمائیے۔

شاہ۔ دہونکل ابھی رہائی نہیں پائیگا۔ ابھی تو وہ بہت سختیہ اوٹھائیگا۔ ہاں اذبک
تمہارے ضرور ساتھ جائیگا۔

رستم - بس ہو چکا ہے غضب بہت نامرادرہ وہ شرمندہ اپنے کام سے بار بار وہ
اپنی سزا کو پہنچ چکا بدشعار وہ
بہتر یہی ہے کہ اسے معاف کیجئے۔ مجھ پر کرم کیجئے۔ اگر گلرو سلامت نہ آئیگا۔ تو پھر دھونکل ضرور جان سے مارا جائیگا۔
شاہ - خیر اب کہنے سے ہم بھی ہیں ذیر عمل کیا جاکے دھونکل کو چھوڑ اپنے زمانہ دیا
خدا تم کو تمہاری مرادمیں کامیاب کرے۔
سب - آمین آمین۔

گانا

اے داتا تو سب کا پشت و پناہ بیشک ہے حامی سب کا حمزہ کل کا ہو لگن فلن۔ اگر بیارا گل چمن کھلائے داتا گلرو کو چھوڑا جائے یہاں لاملائے وہ خدا۔ اگر فتح پاویگا۔ دلداری غمخواری ۔ رتھ ہاری تو جاری دکھلائے گلکاری پیارے تو چاہائے۔ فتح شکر خدا سے میداماں گود عا سب تم ہاتھ اٹھا۔ تو مولا ہے اعلے ادنے اعلے تو رحمان تو سبحان فضل کرم کر تو اس پیارے داتا (جانا)

ڈراپ سین

باب تیسرا سین پہلا

اگلا جنگل

(ایک پہاڑ پر کنواں نظر آتا ہے جس میں گلرو قید ہے زرینہ موجود ہے)
گلرو - افسوس اے زرینہ نادان دوست پیاری۔
زرینہ - ہزار افسوس اس غم میں بھی مجھ کو یاد کرتا ہے۔ میری نام ہر دم لیکر فریاد کرتا ہے
گلرو - افسوس تھی میری ارمان نئے نئے سوچا تھا میں عیش کے سامان نئے نئے

قید الم ہے خانۂ زنداں نئے نئے دکھلائے بخت بد نے بیاباں نئے نئے

زرینہ۔ گلرو پیارے گلرو کچھ سنتا ہے۔ کوئی تیری یاد میں سر دھنتا ہے۔

گلرو ۔ اس دکھ میں اب الم ہیں کسے غمزدوں سے کام
گلرو سیاہ بخت کا لیتا ہے کون نام

زرینہ۔ شیدا تیری دیوانی تیری جان زرینہ سو جان سے ہوتی تھی جو قربان زرینہ
معشوق تیری پیاری وہ نادان زرینہ مرتی سی یہاں پھرتی ہے حیران غمزدہ زرینہ

گلرو۔ زرینہ زرینہ ہائے پیاری زرینہ

اس دہشت پر خطر میں تو گل بدن کہاں صحرائے غم ہے اس میں تو رشک چمن کہاں
نازک بدن تو آئی اوٹھانے محن کہاں

گانا

زرینہ۔ پیارے جہاں تو رہت گذر کرت رنج سہت تو ری بیاری میں ہوں ڈری جانے اٹھی پھرتی ہوں۔ دکھ پیارے جب سے سنی تیرے دکھ کی خبر یا موری جیرا لاگی میں مری پھری صحرا چھانتی پھری دوڑی کوسوں بھاگی میں سہوں بیاجیت پیا دلدار کاج راکھی سب کیسے کروں نہیں مانتا جیا۔ نہ آئی آئی قضاؤں کی تشنی رے۔ اب جو میں نے تیری صدا جیا میں پڑی جان نثار جہاں تو نثر۔ تو تو یوں قید میں ہو اور میں آرام کروں۔ چار دن کے لئے کیوں عشق کو بدنام کروں۔ اب یہ جنگل میرا گلستان۔ اور یہ کنواں میرے عیش کا مکان۔ اور اس کنوئیں میں میری جان۔ پھر جان کو چھوڑ کر کہاں جاؤں کیونکر تیری جدائی کے صدمے اوٹھاؤں۔

گلرو۔ احسان اوس خدا کا جو کچھ اوس کو رحم آیا بچھڑے ہوئے دلوں کو جو اوس نے پھر ملایا

زرینہ۔ قربان اس خدا کے ہو اوس جو مہرباں سو آج اک ملا مجھے بیٹھے بٹھائے یاں
اس میں تجھکو دیکھ کو تسکین ہو گئی ورنہ تیری جدائی سے پھرتی تھی نیم جاں

گلرو۔ زرینہ اب تو جا میرے ساتھ آ بچ جا بلا میں نہ پھنسا۔

زرینہ۔ نہیں نہیں مرتے دم تک تیرے ساتھ رہونگی ؎

بھوکے ہیں تو پھر مجھ کو بھی بھوکا رہنے دے — گر موت بھی آئیگی تو ہمراہ رہینگے

گلرو۔ اب دانہ کو ترساک اب مجھ کو ترساتا ہے — تیرے کھانیکا ارمان میں جی جاتا ہے

ضعف سے اکتا ہے دم جی میرا گھبراتا ہے — بے خبر دار زرینہ مجھے غش آتا ہے

زرینہ۔ ارے اے گلرو پیارے گلرو کیا سچ مچ غش آگیا۔ جی گھبرا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بھوک کی ناتوانی سے سر چکرا گیا۔ اے خدا کہاں جاؤں اور کہاں سے اس کے واسطے کھانا لاؤں ؎

یہ فاقوں کے صدموں سے مرجائیگا — یونہی جی سے اک دن گذر جائیگا

گانا

کیا پڑا ہے نصیبہ میرا تیری دنیا سنگرا کیا کروں۔ بھیک ملے تو ہو سکھ جیرا ہے ایسا دکھ نے گھیرا کیا کروں۔ اب پتا نے حکم دیا ہے پھیرا ملے نہ جوانگو بہتیرا کیا کروں کیا کروں کیا کروں کیسے دکھ بھروں۔ جانے مروں ہیں کیسے دیکھوں روتا تیرا۔ کیا ہرا ر (جاتا)

باب تیسرا — سین دوسرا

جنگل

(رستم معہ چند سردار ونکے ہمراہ تاجرانہ لباس کئے آتا ہے)

دھونکل۔ خدا کا شکر ہے کہ وزیر مشیر کی تدبیر سے ہمارا کام ہوا۔ جو ہم کو ملک چین میں تجارت کے واسطے پھرنیکا اذن عام ہوا۔ اس لئے اسے بھائیو ؎

ہو لڑائی کا دھیان دل سے دور — کرو بیوپاریوں میں اپنا ظہور

اور بدل ڈالو اپنا نام بھی ضرور — تاکہ عیاری میں کچھ ہو نہ قصور

ادیک۔ یہ تدبیر دھونکل بہت خوب ہے — ہے دل کو مرغوب خوش اسلوب ہے

مگر نام کیا تم کو مرغوب ہے

ڈھونکل ۔ میں نے اپنا نام فاخر سوچا ہے ۔ میں فاخر ہوں ۔ تو تاجر ۔
ڈبک ۔ (ٹھنک کر) ابے ہم ہیں سارے وارے فاخر ۔ اگر فاخر کو الٹا کرو خرفا
ہو گیا ۔ اور خرفا ایک گھاس ہے ۔ اور فاخر سے ف نکال دو تو خرا ہی
رہ گیا ۔ یعنی خرا اور گھاس وارے میرے نام شناس ۔ اب نہ خوف نہ
ہراس ۔ اپنا داؤ اپنے پاس ۔
ڈھونکل ۔ یہ خرا اپنی عادت نہ بدل سکیگا ۔ اس کام میں ہمارے ساتھ نہ چل سکیگا
ڈبک ۔ نہیں چل سکونگا ۔ کو دونگا ۔ اچھلونگا ۔ تیرا سر پھوڑ دونگا ۔ پر تیرا ساتھ نہ چھوڑونگا
رستم ۔ ارے ارے خاموش خاموش ۔ یہ کون آتا ہے (سب اپنا اپنا حساب دیکھتے ہیں)
زرینہ ۔ (آکر) کیوں صاحب میں نے سنا ہے سو

اک ختن سے آیا ہے ذیشان سوداگر ۔ اگر واقف ہو تم اوس سے تو ظاہر کرو مجھ پہ
ڈھونکل ۔ آئے ختن سے ہیں وہ سوداگر یہی ہیں ۔ اس قافلہ کو قافلہ سالار یہی ہیں
زرینہ ۔ اچھی خوش نصیب خوش رکھے خدا تجھے ۔ ہو نفع کاروبار میں تیرے سوا تجھے
دل کی مراد پائے تمنا حصول ہو ۔ دیتی ہوں صدق دل سے اسدم دعا تجھے
رستم ۔ کیوں اے لڑکی کیا درکار ہے ۔ تو کس بات کی طلب گار ہے ۔ دعا
دینے کا سبب ہے ۔ کیا کوئی مطلب ہے ۔
زرینہ ۔ نہیں نہیں میں کچھ نہیں چاہتی ۔

گانا زرینہ و رستم کا ملکر

چلگیا غم کا وارے ہو یہ چلگیا ۔ اس سیاں کی ہے یہ حکمت چلگیا بھولا بھولے
غم کے بھائے کھائے قسمت جیا پیا ہو ویگا ۔
ڈبک ۔ ہاں نہیں ہاں ہیں ۔ آپ تو کہیں یوسف کو سوداگر ۔ آپ سے کرو دسن گھتا ہو چلگیا
رستم ۔ مایا ہووے پاس تو لیتا کچھ بھی نام ۔ دے مایا آپ تو نہ ہوگا یہاں یہ کام
زرینہ ۔ (نرمش) مجھ پر ترس کھاؤ ۔ غصہ نہ دکھاؤ ۔ میں تجارت کی ستائی ہوں ۔ ایک
بڑی ضرورت کے لیے آئی ہوں ۔ اور آپ کی مدد چاہتی ہوں ۔

رستم۔ مدد چاہتی ہے تو بادشاہ کے پاس جا۔ میرا سر نہ پھرا۔ تیرا بادشاہ ہی یا نہیں
کیا باولی عورت ہے۔ یہاں سے جا۔ ورنہ کوئی اور بندوبست کیا جائیگا
زرینہ۔ کبھی وہ دن تھے کہ دنیا کو میری چاہ تھی۔ سب کے دل میں میری راہ تھی
لوگ آنکھوں پر جگہ دیتے تھے۔ پلکوں پر بٹھاتے تھے۔ اب ذلیل خوار
ہوں۔ لاکھوں آفتوں میں گرفتار ہوں۔ دربدر بھٹکتی ہوں۔ آب و دانہ
کو ترستی ہوں۔ مگر اے نیک مرد میں تجھ سے اتنا پوچھتی ہوں۔ کہ تو ختن
کے سلطان اور پہلوانوں کو جانتا ہے۔ اور ان کو پہچانتا ہے۔
رستم۔ دیوانی ہے لڑکی تجھ سودا تو نہیں ہے   دل میں تیرے بیٹے کی تمنا تو نہیں ہے

گانا

ذرا مان جان کر دھیان سخن کیوں کرو۔ من کو دھن کو سر پھرائے کب آن پران
پران کے کس دھیان سے دہر تن من کے جائے بینتا بینتا سمتا ہر نا ظرنا
سر سر غم بھرنا جبکہ ہم عاجز سوداگر تجھ کر یہ دھوم جھوم رہیں گھوم پکاری
آنا کیوں سمیت کیوں کلیت نستن سر کو دھیان۔ دیا۔
سر شمہ تو آپ سے جاتی ہے یا تیرے نکالنے کی کوئی دوسری تدبیر کی جائے۔
زرینہ۔ سمجھی تھی ختن کے سب ہیں یگانہ وفا   گلرو نہیں ہے تجھ سا زمانے میں دوسرا
رستم۔ یہ عورت کونسے گلرو کو یاد کرتی ہے۔ اے باولی کس گلرو کا ذکر کرتی ہے
تجھ کس کی یاد ہے۔ کس کی فکر ہے۔
زرینہ۔ گلرو جو ختن میں ہے نرالا پہلوان   تو ذرہ کی خاطر انہیں ہے بالا پہلوان
شاہ ختن کی بزم میں اعلےٰ ہے پہلوان
رستم۔ ہاں حاصل ہوئی مراد دل کی لڑکی خدا کے واسطے اب تو یہاں
سے جا۔ بیہودہ باتیں نہ بنا۔ چھوڑ نہ میرا سر پھرا۔
زرینہ۔ میں جاتی ہوں مگر او بے قدر دتمہارا پہلوان تمہارے ملک کی جان دشمن
کے زندان میں پریشان ہے۔ ہائے وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے جانا

اس کے باپ کو کچھ اس کی خبر ہو کہ نہیں　　　وہاں اسکے چھوڑنے پہ نظر ہو کہ نہیں

وہ گرفتار کنوئیں میں گرفتار ہے۔ اس کے دکھ سے میری نیند بھوک فرار ہے

رستم سے نہ واقف شاہ سے ہوں میں نہ کچھ وہاں کے جوانوں سے

میں سوداگر مجھے کیا کام ہے وہاں کے پہلوانوں سے

زرینہ۔ افسوس اے خدا کوئی فریادرس نہیں آتا۔ کسی کو میرے حال پہ ترس نہیں آتا۔

رستم۔ اے دردمند [illegible] سے

یہ بالک یہ وطن تیرا دشمن ہے کس لئے　　　تجھ پر زمانہ تنگ ہو بدظن ہے کس لئے

تو کو وقار کہ رلی ہو یہ شیون کس لئے　　　اور چاک چاک ہے یہ تیرا دامن کس لئے

زرینہ۔ میرا حال قابل غور ہے۔ ہائے مجھ پہ سخت ظلم و جور ہے۔ اے نیک نام میں ناکام زرینہ شاہ چین کی دختر ہوں سے

میں وہ ہوں جس کو دیکھ نہ سکتا تھا آفتاب　　　میں وہ ہوں جس سے روشنی پاتا تھا آفتاب

اب دفنگار ناچار خوار ہو کر در بدر بھٹکتی ہوں۔ بھیک مانگتی ہوں سوکھی روٹی کو پھر بھٹکتی ہوں

رستم۔ پھر تو اتنا رنج کیوں اوٹھاتی ہے۔

زرینہ۔ محبت کی خاطر۔ الفت کی خاطر۔ ہائے کس چاہ سے میں نے چاہا مگر ظالم باپ نے اسے چاہ غم میں پھنسایا۔ میری چاہ کا مزا چکھایا۔ اس چاہ پہ ایک پہاڑ ڈھانک رکھا ہے۔ گلبر و اس میں الٹا لٹک رہا ہے۔ خورشید قمر کی روشنی کو بھی دیکھنے کو بھٹک رہا ہے۔

رستم۔ افسوس ہے اے نیک نام زرینہ تو یہاں آرام کر۔

زرینہ۔ یہ آرام کا وقت نہیں۔ جب تک یار سے آرام نہیں مجھے آرام سے کام نہیں۔

رستم۔ اس چاہ کی بھوک پیاس پر ترس آتا ہے بھلا اے زرینہ اگر اس لب بستہ پر دسترس کو کھانا کھلا سکتی ہے مگر جب اوس پر اتنا بھاری پتھر ہے تو کھانے کا گذر دشوار تر ہے۔

زرینہ۔ اوس پتھر میں ایک روزن ہے۔ اوس روزن سے میری [illegible]

بات چیت بھی کر سکتی ہوں۔ بلکہ کھانا بھی کھلا سکتی ہوں۔

رستم۔ تب اے نیک اختر جلدی جا اور عمدہ سا کھانا لا۔ اور اوس بھوکے جوان کو پہنچا۔ (دھانا دھونکل) اے نیک بخت زرینہ میں کل حلق جاؤنگا۔ تیری اس کی مصیبت کی خبر سناؤنگا

گانا

رکھ تو خدا پر سدا آسرا۔ نہیں اس میں فنک ذرا۔ خدا ہے بڑا۔ ہو تیرا بھلا بھلا ہو بھلا۔ ہیں دونوں جہان عاجز۔ خورشید و قمر عاجز۔ اللہ ہو قادر من کل عاجز۔ فضل خدا سے ہوگا بھلا۔ رکھ تو۔

زرینہ۔ اے سوداگر خدا تجھے بھرپور رکھے۔ غم و الم سے تجھکو محفوظ رکھے۔ جو تونے مجھ پر رحم کھایا۔ اور اس مظلوم کیو اسطے کھانا دینے کو فرمایا۔

گانا

تو پہ باری کی نظر ہر دم چھنیا۔ لندن رہنا۔ تو یہ غم سے رہائی کبھو نہ ہوتی شاد رہے مورا من کنھیا تو پہ۔ (دھونکل کا کھانا لیکر آنا)

رستم۔ اے نیک بانو یہ کھانا تیار ہے۔ (زرینہ کے ہمراہ ایک تاجر کا کھانا لیکر جانا رستم واسطے پہچان کے انگوٹھی رکھ دیتا ہے۔)

اذیاب۔ (خوشی سے) شاباش اے نامدار۔ تیرا بیڑا پار۔ خدا مددگار۔

رستم۔ شکر ہے خدا کا ہماری محنت کام آئی۔ تکلّو کی خبر گھر بیٹھے پائی۔ اب آگیا یارو۔ وہاں پہنچے گرو رہا ہوا۔ (دھونکل اذیاب چلو۔

مسدس

ہیں جتنے سارباں وہ سب پہلوان نہیں　　　　پہنے لباس جنگ کا جنگی جوان نہیں

بزدل بھی ہوں تو آج وہ پہلوان نہیں　　　　بادل سا گرجیں برق سا چمکیں توان نہیں

اب وقت آگیا ہے دلوں کے بچاؤ کا

تیار ہوں وہ شوق سے جنہیں کارزار کا

باب تیسرا سین تیسرا

وہی کنواں

(آتا جو زرینہ کو کھانا دے کر چلا جاتا ہے)

زرینہ۔ اے پاک یزداں تیری شان کے قربان میری جان۔ تیرا ہزار ہزار احسان کہ
کئی دنوں کے بعد میں ایسا کھانا پایا جس کو دیکھکر اپنا پہلا وقت یاد آیا گلرو گلرو
گلرو۔ زرینہ زرینہ پیاری زرینہ تو کہاں تھی میں پکارتے پکارتے تھک گیا ہوں
بھوک کے صدمے سے لب پر جان ہے دم بھی کوئی آن کا مہمان ہے
زرینہ۔ پیارے تیری جان کی امان تیرا اللہ نگہبان ہے
تھا بیکار تیرے پاس سے جانا پیارے فرض تھا مجھ پہ تیری جان بچانا پیارے
مانگ کر لائی ہوں تیرے واسطے کھانا پیارے

گانا

آن پڑی ترگن دکھیارے ہے ساجن قیدی اکیلے دو جان کو کھان
چھان ترہ پتی میرے پیارے پھر بالم کو تن کیسے کٹ مانگ کھلاؤں
سائیں، ذلت نا ہیں بھلی موراں وہی نصیب باجری دکھ بھری ہوگی۔
لے سر بھری باولی۔ سدائیں رہی ہائے سجن میرے آن تو ہو گا۔
گلرو۔ آفرین میری مہربان زرینہ آج ایسا اچھا کھانا کہاں سے پایا۔ مجھے لے بتا کہ کھانا ملا
زرینہ۔ پیارے تن کے سوداگروں کا ایک قافلہ ٹھیرا تھا ہے
سردار ایک اس میں بہت ہوشیار تھا اوس وقت اوس کے یہ کھانا تیار تھا
بخشا مجھے میرا اسنا حال زار تھا
گلرو۔ آفرین آفرین آہاہا ہا خوب ہنستا ہے۔ اے خدا داوگر اہنستا ہے) زرینہ
زرینہ میں ہنستا ہوں۔ تم بھی خوش ہو۔
زرینہ۔ گلرو آج کیوں ہنستا ہے۔ کیا باولا بن گیا۔ اس سوداگر نے کھانے میں کچھ

تو نہیں دیا۔ ہیں یہ کیسی شادی۔

گلرو۔ زرینہ کیا پوچھتی ہے۔ (ہنستا ہے) اگر میں قید میں نہ ہوتا تو آ ہا ہا ہا ہا۔

زرینہ۔ او نیک نصیب گلرو۔ یہ آج کیا ڈھونگ ہے کیسی خوشی کی ترنگ ہو ؎

اس دکھ میں اس الم میں جو یار مان ہوشیا   کیا خواب میں دیکھا سامان خوشی کا

گلرو۔ پیاری زرینہ اب کیا پوچھتی ہے (ہنستا ہے) ؎

اب یاور ہوا نصیب میرا   ہوشیار ہوا نصیب میرا
غفلت کی چڑھی تھی نیند   پر اب بیدار ہوا نصیب میرا

زرینہ۔ کیونکر اور کیسے نصیب یاور ہوا۔ کیا کنوئیں کے اندر ہی بیدار ہوا

باہر تو کچھ نہیں اظہار ہوا۔

گلرو۔ یہ بات بتانے کی نہیں کسی سے کہنے کی نہیں۔

زرینہ۔ تو مجھے بھی نہ بتائیگا۔ مجھ سے بھی چھپائیگا۔

گلرو۔ عورت کی ذات پر فتور ہے بے شعور ہے۔ عقل اس سے دور ہے۔

زرینہ۔ افسوس افسوس میں کیسی بدنصیب ہوں جس پر میری جان قربان ہے
وہ اب تک مجھ سے بدگمان ہے۔

گلرو۔ خیر پیاری زرینہ سن ادھر کان لگا۔ جہاں سے تجھے یہ کھانا ملا ہے ؎

پیاری وہ تاجروں کا کوئی قافلہ نہیں   ہے تاجروں کا ڈھونگ یہ تاجر ذرا نہیں
سردار وہ کہلاتا ہے جس نے تجھے دیا   رستم ہے نامدار کوئی دوسرا نہیں

میرے رہا کرنے کو آیا ہے۔ سوداگروں کا لباس بنایا ہے

زرینہ۔ اے میرے خدا۔ یہ گلرو تو دیوانہ ہو گیا۔ اس کا دماغ چل گیا۔

گلرو۔ کیا زرینہ تو یہ بات جھوٹ جانتی ہے ؎

یہ کھانا جو اس نامور نے دیا ہے   اشارہ یہ کرنے کا اس نے کیا ہے
ہے مرغ کی ران میں اک انگوٹھی   کہ پہچان خوب اس کو میں نے لیا ہے
ملی مجھ کو رستم کی ہے وہ نشانی   وہ یہاں آن پہنچا یہ مژدہ دیا ہے

زرینہ۔ سائیں تیرا شکر ہیں بے آس تھی   گلرو کی رہائی مجھے یاس تھی

گانا

آس دا کی اب ہم پائی۔ ہاری کا کرم بھاری۔ ہم بچائے پیو آسیوا کی
ذات محمد صدا جیسے ہیں آئی۔ دور بینی جیا بچائے پیو آسیوا کی

گلرو۔ پیاری زرینہ تو جلد اوس کے پاس جا۔ اور جیسے ہو سکے اس کو یہاں بلالا۔
زرینہ۔ میں ابھی جاتی ہوں۔ انہیں سمجھاتی ہوں۔ لاتی ہوں۔ ہاتھ جوڑوں پاؤں پڑوں۔ سر جھکاؤں۔ جس طرح بن پڑے لاؤں۔ جلدی جاؤں۔ جاؤں۔

(زرینہ جانا چاہتی ہے فوراً اوپر رستم وغیرہ آجاتے ہیں)

رستم۔ آنے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ تیرے جانے سے ہم پہلے آگئے۔ اسیرا اور اس کا چھٹکارا ہوا۔ مطلب پورا ہمارا ہوا۔
دہونکل۔ کیا یہ وہی کنواں ہے۔ جس میں گلرو پہلوان ہے۔
اذبک۔ پوچھتے کیا ہو۔ کیا یہاں کوئی اور کنواں بھی ہے۔ ایسی پوچھا پوچھی ہے تو پھر ہم بھی پوچھتے ہیں کیا یہ وہی دہونکل پہلوان ہے۔ یہی رستم پہلوان ہے پہاڑ اوکھاڑ کر کنواں توڑ پھوڑ کر گلرو کو باہر نکالیں۔ اگر یہ نہ نکل سکے تو دہونکل کو کنوا میں ڈال دو۔ یہ اگر اسے باہر نکال دیگا۔
رستم۔ ٹھیک۔ ٹھیک۔

مسدس

اب کام میں مصروف ہو تم آ کے سب کے سب۔
پہلا۔ تم سامنے سے آکر زور لگاؤ۔
دوسرا۔ اس سنگ پہ اک ساتھ کرو زور آزماؤ۔
تیسرا۔ پکڑو اسے مضبوط قدم خوب جماؤ۔
اذبک۔ پکڑو وا۔ ہاں ہاں تم ادہر سے چھوڑ دو اس کونے پہ آؤ۔
دہونکل۔ زور کرتے ہوئے (ہانپ جانا) ذرا ٹھیر جاؤ۔

پہلا ۔ دھونکل تو ہانپ گئے۔
دوسرا ۔ ہانپ گئے یا کانپ گئے۔
تیسرا ۔ یہ موٹی توندیں دکھانے کی ہے۔
چوتھا ۔ دکھانے کی ہے یا من بھر کھانے کی ہے۔
دھونکل ہلا ہے یہ سل نہ اوٹھائی جائیگا۔
پانچواں ۔ ابھی سے چھکا گھبرا گئے، اب ستونوں کی بلا سر پر آئیگی۔
چھٹا ۔ بس بس تم سب ہٹ جاؤ۔ ذرا میں بھی تو دیکھوں۔

مسدس

اے خداوند قادر برتر ۔۔۔ اے توانا و خالق اکبر
میرے دشمنوں کو تو بنائے زیر ۔۔۔ تیرے ہی ہاتھ میں ہے فتح و ظفر
رکھ میری لاج مجھ کو عزت دے ۔۔۔ آج میری وہ اصلی طاقت دے

(رستم پتھر اوٹھا کر پھینکتا ہے سب لوگ کنوائیں جھانکتے ہیں)

گلرو ۔ ہائے یہ کیا تماشہ ہے دن ہے کہ رات ہے میری آنکھوں میں چکا چوند ہوئی جاتی ہے۔ ہائیں یہ روشنی کیسی زینے پر سے نکل کیا رستم رستم آتا دلاور رستم

رستم ۔ گلرو اس برگشتہ زمانے نے یوں مجھ کو ناشاد کیا۔ اگر دنیا میں الفت ہی کرنا تھا تو یہ محبت کا ساغر کسی اور جا بھرنا تھا۔

گلرو ۔ ہے تو تو بچایا مجھ سے سوا لے ۔۔۔ باہر نکال جلدی سے اب اپنے کرم سے

رستم ۔ نہیں گلرو پہلے مجھ سے اقرار میرا قبول ہو جو شے تیرا مطلب حصول ہو

گلرو ۔ وہ لے تا موت تا اپنی حاضر ہوں جی اور جان سے ارشاد فرمائیے باہر ہوں تب فرمائیو

رستم ۔ کہا تو رستم نوجوان دھونکل وہ ہے پہلوان جس کے سبب سے میری جان
جھیلیں ہیں تو نے سختیاں ۔ اب بخشدے اس کی خطا وہ بات دل سے
بھول جا اپنی سزا وہ پا چکا باز آ تو اس کے دھیان سے۔

گلرو ۔ اے بزرگ مہربان تو نہیں جانتا کہ اس موذی نے میرے ساتھ کیا کیا

دیو نکل اب مجھ سے بھلا جان بچا ئیگا — سامنے آ کے سلامت بھی چلا جائے گا
رستم - جو دشمن سے پشیمان ہے — تو لازم پھر اوس پہ بھی احسان ہے
دلیروں کی دنیا میں یہی آن ہے — کہ دشمن پہ احسان کا بان ہے

گلرو - اچھا منظور ہے

رستم - شاباش پہلوان تیری ہمت پہ آفریں — اس تیری درگذر مروت پہ آفریں
بس اس کمند کو اپنی کمر سے مضبوط باندھ لو - (گلرو کمند کو پکڑ کر باہر نکلتا)
افسوس یہ تیرا کیا حال ہو گیا -

زرینہ - ارے ارے رے کیا رستم نے نامدار میرے گلرو کے بچا نیوالے ماسی قید سے چھڑا ئیو اسے پر ذرا مجھے آنکھوں سے لگانے دے -

گلرو - اے پیاری آن نانا تو تیرا اولاد کے دل کی ہمت ہے - تو جوانوں کے بدن کی طاقت ہے - میری رہائی ایک عجیب کی حالت ہے -

رستم - گلرو تیرا اس تکلیف میں زندہ رہنا بھی تعجب سے خالی - دیو کی جان بھی یہ دکھ سہنے والی نہیں -

گلرو - پیاری زرینہ تو نے میری خاطر بڑے دکھ اوٹھائے - بہت جھیلے

دونوں کا ملکر گانا

جانی روپ تیرا نت بڑھتا تیرا اوہرنا - میرا وہ پھرنا - تم جانی پیارے
ہماری آنکھوں سے ہوتا ہے - آہ بھرنا نالہ - قسمت نے پھرنا تم - سرور
تیری دھوم سب ختم کٹ تک بکٹ لگن چھٹنا بڑا پران تک دعا جانے رب

رستم - گلرو تم نے اور تمہاری پیاری زرینہ نے بہت تکلیف پائی ہے - حد سے ایذا اوٹھائی ہے - اب تم آرام کرو - خیمہ میں جاؤ - تمہارے ساتھ مرت آؤ - میں بھی جاؤنگا - ناپاک ضحاک کو اس قید کا مزا چکھاؤنگا -

گلرو - نہیں ایسی کام میں سب سے پہلے میں جاؤنگا - اور کسی کی ضرورت نہیں میں اکیلا ہی سب کا سر اوڑا اونگا -

قید کی سختی سے ہوا گو ناتواں ہوں   فاقوں سے بھی لٹنے میں ہیں نیم جاں ہو
رستم۔ ہاں فتنہ کے دلیرو کچھ بھی پروا نہیں کہ قیدی کو چھپا کر چھڑا لیجائیں۔ وہاں
جاکر لڑائی کی خبر اظہار کریں ۔بیتاو اور پیاسی ہیں ان کو سیراب کریں۔

گانا

سب گا۔ دل ہی ہی عشرت کے ساماں اپنے دل ہی ہیں عشرت کے ساماں
پھرے ہم ساری باہم جو ہیں ہمدم اے مالک انس وجاں قیدیوں کو سزا
فضل کی اب ہوجائے ۔ ما دیکھ رہے ماں سے بجو خدا غمخواری ہوجائے
اب ساری اے باری یہی ہے دعا۔ دل ہیں (جانا)

باب تیسرا سین چوتھا

محل ضحاک

ملکہ۔ حیف زمانہ کیسے کیسے رنگ اپنے بدلتا ہے۔ غضب ہے کہ باپ بیٹی
کے نام سے کیسا جلتا ہے ۔زرینہ کی جدائی سے میرا دم بھی نکلتا ہے
مگر ضحاک تو اس کے ستانے پر سنبھلتا ہی نہیں ہے ۔ بڑی مشکل پڑی ہے
جس قدر سمجھاتی ہوں ۔ اس سے زیادہ اسے غضبناک پاتی ہوں ۔
مشیر۔ درداخل ہو کر صبر کرا تی غم نہ کر اس قدر۔ اللہ پر رکھ تو نظر رحم پر سلطان
کبھی تو آویگا ۔ ظلم سے اپنے کبھی تو شرماویگا۔
ملکہ۔ کس طرح دل کو میرے آئے قرار   ہے زرینہ کس لئے سینہ فگار
باپ کو اس پر ترس آتا نہیں   ظلم سے ہرگز وہ باز آتا نہیں
مشیر۔ امیر لوگ اکثر باتوں سے کچے ہوتے ہیں۔ بوڑھے ہوجاتے ہیں
مگر دنیا کے معاملات میں بچے بن جاتے ہیں ۔ خوشامدیوں کی باتوں سے
خوش ہوگئے ہیں۔ ان پر عمل کرتے ہیں۔ آخر میں برائی پاتے ہیں۔ شاہ کو
بخشک خوشامدی کی باتوں کا خیال ہے۔ آجتک اس کا نتیجہ برا پایا مگر اب

تو کچھ اثر ہوا۔ ان کو پھانسی کی سزا بچایا ہے۔ رفتہ رفتہ سمجھ جائینگے۔ اب جو کچھ غم گذرتا ہے۔ اس پر صبر کرو۔ خدا چاہے تو میں زرینہ کو محل میں لاؤنگا۔ اور اُس قیدی کو بھی چھڑاؤنگا۔

ملکہ۔ اللہ دو جہاں میں تیرا بھلا کرے۔

منشیر۔ امید تیرے دل کی بھی پوری خدا کرے۔

ملکہ۔ تجویز بیتری سے میرے دل کو ہو قرار۔

گانا

میں سدا غم سے ملول رہی۔ دکھ بھرتی رہی ماں کے غم میں ہوں پھر جدائی بھی میں تو دکھ بھرنا مرتا۔ جان بچی یہ بنی بیٹا سہی دکھیا بنی قسمت لکھی گنجی یوں میری گیا نہیں یہ کرہ ہنا میرا جائیگا۔ کبھی میں تو بجتنگ کا تھا)

ملکہ۔ کون بجتنگ۔

بجتنگ۔ ہاں مہربان سالی سے

غم ہے بہت مجھے زرینہ کی حال سے — آزردہ دل ہوں میں بھی تمہارے ملال سے

غصہ میں بیخودی ہے زرینہ کی چال سے — ضحاک کو میں نے کی خبر اس خیال سے

آ نا حقن نے لوگوں کا اچھا نہیں ہوا — سنتے ہی مار ڈالینگے گلرو کو بے گماں

مگر انہوں نے تو اوس کو قید کیا مفت میں بات کو ٹال دیا بیٹی کو گھر سے نکال تمہیں دل ملول کیا۔

ملکہ۔ اگر تم کو زرینہ کی الفت تھی تو اس طرح کیوں بدنام کرنا تھا مخفی یہ کام کرنا تھا۔

بجتنگ۔ کیا کروں زرینہ کے دل سے اوس کی یاد بھلاؤں جو شاہ سے سفارش کر کے محل میں لاؤں۔

ملکہ۔ پھل برائی کا زمانہ میں برا ہوتا ہے — اور انجام بھلائی کا بھلا ہوتا ہے

بجتنگ۔ کسی تدبیر سے گلرو قتل کیا جاوے۔ تو پھر زرینہ راہ پہ آوے۔ کچھ روز غم کریگی آخر جان پر پتھر دھریگی۔ اخیر صبر کریگی۔

ساتھ مردے کے کوئی مرتا ہے — آخرش رو کر وہ بھی صبر کرتا ہے
اب میں جاتا ہوں۔ اور اوس کے قتل کرنے کی تدبیر کرتا ہوں۔ اور زرینہ کی شادی کی سفارش کرتا ہوں۔

گانا

ملکہ۔ کیسی ہتیا ہے وطن کی تن من سب بے چین بھو ہے پیٹے پھر کن اک اکیلی بھی مال سے روس گئی ہے۔ بچھڑن نا ہیں جان بچن کیسی ہتیا۔
نفر۔ اجل بھی نیک لوگوں کے سر پہ سے گذرتی ہے۔ کہ مفسدوں سے تو دوزخ بھی خوف کرتی ہے۔ درست ہے کہ بدوں سے قضا بھی ڈرتی ہے
زمانہ کی نہیں لیتی کوئی بلا ان کو — وہ ایسے بد ہیں کہ پوچھتا خدا ان کو

گانا

جینے سے علاج دل شیدا نہیں ہوتا — بیمار محبت کبھی اچھا نہیں ہوتا
ہے غم سے زرینہ کی لگی آگ جگر میں — اس شعلے سے سینہ کبھی ٹھنڈا نہیں ہوتا
کشتی حیات آکے تلاطم میں پڑی ہے — اٹکا ہوا بیڑا اب دریا نہیں ہوتا
بیٹی تیری فرقت میں قضا تک نہیں آتی — موت کا بھی مجھ سے تقاضا نہیں ہوتا
سمجھائے کوئی شاہ کو دختر کی طرف سے — نادانی ہیں اولاد سے کیا کیا نہیں ہوتا
پی جاتی ہوں ہر اشک کبھی دل جو بھر آیا — جی کھول کے بھی خوف سے رونا نہیں ہوتا

ضحاک۔ (گھبرائے ہوئے آتا) خاموش خاموش ہو۔ میری تو عقل فراموش ہو گئی ہے تم کو بھی کچھ ہوش ہے۔
ملکہ۔ قربان جان اپنے سلطان پر کیسا ہے پریشان بیان۔ اس وقت کیا کیا گمان ہے۔ نصیب دشمنان کیا کوئی خفقان ہے۔
ضحاک۔ افسوس لے بدکار گنہگار کی صورت پر پھٹکار اس بیٹی پر خدا کی مار اس کی بدولت کیا کیا غم اوٹھاتا ہوں۔ تم کو خبر نہیں ہے۔ نئی افتاد کی ہے۔ آگ یہ لگائی اسی نے ناک کی۔ مرتی بھی نہیں وہ حرافہ فساد کی۔ آتی نہیں ہے موت بھی نامراد کی۔

ملکہ - اے تاجدار کیا اسرار ہے۔ جو گفتگو پیچیدہ ہے۔ میری جان راز سنکر ہوئی بیقرار ہے۔

ضحاک - ہائے اس نا شاد بے عزتی کی بنیاد۔ بد نہاد زرینہ نامراد نے مجھے دین و دنیا میں ڈبو دیا۔ عزت ڈوبی۔ شان ڈوبی۔ شوکت ڈوبی۔ اب مجھکو سلطنت سے بھی کھو دیا۔

ملکہ - کیوں کیوں خیر ہے۔

ضحاک - خیر نہیں اب خدائی قہر ہے ۔

چھپڑا لیا آنکر گلرو کو اسکے یگانوں نے ۔ پریشاں ہو گیا مجھ کو فتنہ کی پہلوانوں نے

ملکہ - کیا وہ گلرو کو لے گئے۔ یہ تو اور بھی شرمندگی دے گئے۔

ضحاک - شرمندگی کیا اب زندگی کے لالے ہیں۔ رستم پہلوان اور اسکے ساتھی بھی ساتھ ہیں

ملکہ - غضب ہے کیا جو یہاں آ پہنچینگے ۔ مقرر وہ ہمارا رنگ دکھلا دینگے

یہاں خون کا دریا بہا دینگے

ضحاک - خون کا دریا بہا دینگے۔ خدا جانے کیا آفت ڈھا دینگے۔ بڑی مشکل ہے ساری خوشی پہ دل ہے۔ ابھی میں نے سنا ہے کہ رستم قلعہ تک آ پہنچا۔ اب کچھ بن نہیں آتا۔ بجز بھاگنے رہا نہیں جاتا۔

اس وقت دل پہ خوف سے وحشت زیادہ ہے — دیوار صبر پایہ ہمت افتادہ ہے

کیا کیجئے کہ وہ بھی بکف سر بسر نہادہ ہے — مگر میرا تو اب نہیں ارادہ ہے

چھپکر یہاں سے بھاگوں میں صحرا کی راہ لوں — اپنی بچاؤں جان کسی جا پناہ لوں (رخ جانا)

باب تیسرا سین پانچواں

دربار

(بہادر شاہ کا دربار آراستہ ہے۔ توفور گلرو کا غم الم کرتا ہے)

توفور - ہائے لئے گلرو کسی بری گھڑی گھر سے سدھارا تھا۔ کیا وحشت عنبر کی فریاد میری تیری جدائی کا اشارہ تھا

افسوس تیرا رنج اٹھایا نہیں جاتا — غم کھاتا ہوں مجبوری سے کھایا نہیں جاتا

آئے وہ کسی ڈھب سے تو مجھ کو کل آئے   اور وہ نہیں آتا تو خدایا مجھ کو اجل آئے

شاہ ۔ اے دلاور نوذر اس طرح تمہیں دل کو کڑھانا نہیں اچھا۔ غم سے بسمل کو گھلانا نہیں اچھا۔ صبر کرو رو رو کے رولانا نہیں اچھا۔

نوذر ۔ جو میں اپنے دل کو نہ پاؤں تو کیا کرلوں   اے تاجدار جالسے نہ جاؤں تو کیا کروں

گانا

شاہ ۔ دیکھو بھی ذری قسمتا سبھی ساتو نیا۔ سکھ پا لکھو دکھی تیرا بھی ذری دشمنی اب بھی تت گرمی ست کھاٹو دشمن دکرنا سندیرتی سدا ترس رہے کرے چین وہ کل جگت من دکھ بھوجن سہی ست۔ جی کبھی نہ ہو چھوٹی پرستو دسر دھنتا دکھو۔

نوذر ۔ اے قادر ذو الجلال ہمارا سال اس شاہ خوش خصال کا آفتاب اقبال بر فلک جاہ و جلال بعہد شاہی و جلال جلوہ گر ہو۔ جو تو مجھ مجروح کے دل پر تسکین کی مرہم رکھتا ہے سوکھے ہوئے دل کی سر سبزی پر پانی چھڑکتا ہے۔

چوبدار ۔ (آکر) الٰہی جب تک دور فلک ہے ۔ اس زمانہ میں فلک پر مہر و ماہ جب تک ہیں تابش کے پڑجانے میں ہوا سے گل سے بلبل سے جہاں تک کہ تشنگی ہیں صحرا سے خوش تھا شاہانہ جب تک شادمانی میں مبارک ہو کہ رستم اور گلرو دونوں کے ہیں، سردربار عزت سے گئی سردار لائے ہیں۔

شاہ ۔ اے وزیر ابھی اس چوبدار کو بے شمار سیم و زر دیکر مالا مال کر اس کا منہ موتیوں سے بھروا دے جاؤ گلرو کو دربار میں لاؤ۔ مجھ کو اسکی صورت دکھاؤ اور اسکے پیار بابا پیلاؤ۔

نوذر ۔ اے شاہ میں بیقرار ہوں خود جانا چاہتا ہوں! جازت کا طلبگار ہوں۔

شاہ ۔ مت بیقرار ہو جاؤ تم خود مختار ہو (رستم گلرو زریہ وغیرہ آتے ہیں)

گلرو ۔ ہزار شکر کہ پھر یہ قدم نصیب ہوئے۔

نوذر ۔ کرم خدا نے کیا کہ ہم سے تم قریب ہوئے۔

شاہ ۔ شکر ہے اے پہلوان چھوٹے بڑے جنجال سے

گلر و۔ آپ کے لطف و کرم سے آپکے اقبال سے۔
نوذر۔ خدا نے پھر تیری صورت دکھائی۔ تن بے جان میں جان آئی۔
گلر و۔ اے مہربان بدبختِ نارسا نے ایسا پھنسایا تھا کہ میں نے ملنے کا خیال دل سے بھلا یا تھا۔ مگر بے شک ہمارے تاجدار جہاندار شاہ کی شفقت کا سایہ مجھے یہاں تک لایا۔ جو تم سے ملایا۔
گانا۔ تمہیں پایا سُنو بھی کام بنے بن پایا میں کے ہم پلچھین ہیں تیرا ب پکھ درشن رہی انکھیاں ترس ہم ملے بلائے نت دکھ بھری تمہیں تھا جہاں میں رشک زمانی رہی دن رات جان تھی۔ گھبراتی سے لئے ہم جب کچھ نہیں چلتا رہے۔ آئے یہاں تو بچا سے دیس دولت ہو عزت ثروت سکا پھر انت تو رے سکھ کے دن ہو پھر آستی کیوں نہیں ہو، دھرتی شوکت اشتھی نگری نگری کلعہ بھری بگھری سکے نے
شاہ۔ آفریں ہے۔ اس جہان کے پہلوانوں کو۔ مرحبا رستم دلیر اور دوں کو کدو آوردہ ہو۔ سولے چین تیری خاطر ہزار کوس کی منزل طے کی۔ زمین تیری خاطر۔
گلر و۔ شہنشاہ سایۂ اقبال مجھکو اس مصیبت کے جال سے صحیح و سلامت یہاں تک لایا۔ اور رستم نامدار دلیر دل نے سردار نے اپنی محبت و پیار کا اظہار کیا۔ اس قید سے مجھے چھڑایا۔ مجھکو ممنونِ احسان بنایا۔
گانا
شاہ۔ جی ہے میرا شاد اس۔ قیدی سے خواری سے بچا۔ تو ایسا گم تھا نشان نہ پانیکا تاج کا موتی کھویا ہوا ہے۔ دیکھا میں نے تمہارا حال اس کا وہ یہ ہے آزاری بیچاری جو ساری غمخواری تمہاری کر ہاری۔ میں نے اس کو ہے جانا جام میں دیکھا پھر بھی بتلاؤ مجھ کو کس گلشن کا گل ہیگا۔ جی ہے۔
گلر و۔ بے شک حضور۔ یہ وہی ہے حور۔
زرینہ۔ اے تاجدار جو کچھ گلرو کا اظہار ہے وہی سزاوار ہے۔

گانا

زرینہ۔ تن سے من سے دھن سے من میں سگرے پھر کے دکھ ہے
دربدر پھرتے بھٹکتے نے کماں رکھو شادماں اے سلطاں ہو خندا ں تن سے
دل سفر طرہ سے بھر گیا۔ یا دکھ سہا سچ بھرا پایا سر پھرایا بیچارے
نے اس میرے پیارے نے آفت کے پارے کیا کیا دکھ ہیں پائے
شاہ تک زندہ آئے حضرت رستم لائے۔ قسمت سے تن سے۔

شاہ۔ مرحبا اے سردار خوشا مدی۔

دھولکل۔ ہیں یہ خوشامدی کیا گلرو کو چھڑایا۔ جین کا خاکہ اوڑایا۔ ایسا بڑا ہنر
دکھایا۔ اس پر بھی خوشامدی سلطان نے خطاب فرمایا۔ ارے واہ رے پھر کے
ادیبے کے سننے والے۔ او تم دھرتی مارم کھایا۔ تماشا باجی اور راگ پایا
ہم کو سب نے باتوں ہی میں اوڑایا۔

رستم۔ جب تک خدا کی چشم سمند ر پایاب ہو | روشن ہو ماہ و مہر میں جبھی آب و تاب ہو
سلطان کے حق میں تیری دعا مستجاب ہو | اقبال شہریار ہو سدا دستیاب ہو

گانا

تمامی ہم کریں شاہ تیری مدح خوانی۔ سب کو تھی یاد بھی ہر صغیر کار دانی
شاہ۔ کیوں رستم نامدار۔ جین کے گلزار پر بہار سے کیا کھیل پایا۔
کل مراد ہاتھ آیا۔

رستم۔ شہنشاہ جب اس عزیز کو کنوئیں سے چھڑایا اور اس حوروش کو
اس کی محبت میں باولا پایا۔ تو میرا جی بھی بھر آیا۔ یہ خیال جی میں سمایا
کہ نا پاک ضحاک کو سزا دوں۔ اور اس کا بدلہ لوں ؎
پر کیا کروں وہ بچ گیا میری نگاہ سے
پہلے ہوا فرار وہ کھڑکی کی راہ سے
آخر اوس بہت فوج کو تہ تیغ کیا۔ اور اوس کا محل جلا کر خاک سیاہ بنا دیا

شاہ ۔ شاباش اے دلیروں کے سردار شاباش آئیے بہادروں کے
جان نثار آئیے۔
پہلا ۔ جو ہمت ہو تو ایسی ہو، شجاعت ہو تو ایسی ہو۔
دوسرا ۔ شجاعت ہو تو ایسی ہو، جرات ہو تو ایسی ہو۔
تیسرا ۔ کیا کچھ خیال نہ اپنی جان کا ہمت اس کو کہتے ہیں۔
چوتھا ۔ ہزاروں سے نہیں منہ پھیرا جرات اس کو کہتے ہیں۔
ڈھونکل ۔ میں کسی کو نہیں سوجھتا، میری بات کوئی نہیں پوچھتا۔
اذبک ۔ بے شک آپ نے تو ایسی توپ داغی ہے مورچھا چھٹ ہے مارے
واہ رے بھیرے سودائی سلونے حلوائی کی بھی تعریف کیا سمائی کہتے ہوئے
شرم نہ آئی۔ ہاتھ ہے نہ پاؤں۔ انعام مانگنے دھم کاؤں۔
ڈھونکل ۔ ہوں پھر وہی حرکت۔
اذبک ۔ حرکت کی گت تو آگے ہوئی اچھی ہوئی ہے۔ پہلی برکت
ڈھونکل ۔ یہ کیا تکرار سردربار ہے۔ اگر قابل اظہار ہے تو بیاں کرنے
میں کیا عار ہے۔ حضور جب ہم چین گئے۔ اور ضحاک ناپاک کو نہ پایا۔ تو اس
کے سارے محل کو لوٹ کر آگ لگا دی۔ اور اس کی فوج کے جوان جب تک
میرے مقابل آئے تو میں نے گرز ہلائے وہ ہاتھ چلائے کہ ہزاروں کے
سر اڑا ئے۔ خاک و خون میں ملائے۔ ایرے غیرے نتھو خیرے
بہت سے چٹ پٹ گرائے۔ بھلا میرے سامنے کون آئے۔ پھر جان
کو بچا کر سلامت چلا جائے۔
اذبک ۔ نہیں نہیں بڑی بہادری دکھلائی۔ بڑی بڑی ڈھول کھائی۔
حضور جس وقت ہمارے ڈھونکل پہلوان درمی خاں شاہ زور یار توڑ
نے گرز ہلائے تو اس قدر مجھے بھی یاد آیا کہ کئی اڑتی ہوئی مکھیوں کی ٹانگیں
ٹوٹ پڑی تھیں۔ اور کئی بار تو گرز ہلاتے ہلاتے گر پڑے تھے۔

شاہ۔ اب دیر کیا ہے۔ عیش کی بہت کا ڈھنگ ہو۔ باگ سرور قلقل مینا کا سنگ ہو

گانا

سہیلیاں۔ ہم پہ خوشحالی ہیرے ہوئی ہے۔ دلبر خوشی ہے بلہدیاں چاند سا
ہوئے رب نے حفاظت آہوسے سیس پہ چھو مرسا جھمکا کرن کا تکہ پیاریاں
شادیاں گائیں گائیں شادی مبارک آج پہ سہرا ہو شاہ کے چمن کا ہم پہ

شاہ۔ اے ارکین سلطنت۔ تم سب سردار اس وقت حاضر ہو۔ بادہ ہو نشہ خوشی
سے سرشار ہوسے

اس وقت اس خدا کی عنایت کمال ہے ۔۔۔۔ شادی میں منادی ہوئی جی نہال ہے
اب تو ہمارے جی میں آتا خیال ہے ۔۔۔۔ ان دونوں نونہالوں نے پایا ملال ہے
ایسی خوشی کا وقت خدا جانے کب ملے
ملجائیں ان کے ہاتھ بھی آج سب ملے

نوذر۔ اگر حضور کے ہاتھوں سے اس کا انجام ہو۔

شاہ۔ شاداں ہو آبادی پاؤ تم دلبر دلدار ۔۔۔۔ خوشبو نکلے دنیا میں ہو تازہ تازہ بہار

گانا

سب گا۔ ہم کو سکھ بن بکار سبھیں ہو جیوا کریہ گن ہی کا۔ ہم کو سکھ کرنا۔
کیا کیا بہید تب جی من میں آ کی خوشی بھر لائی۔ سر کر ہے کیا تیرے تی بجا
بجات کی دہوم ہے بسیں ہم کو
دیش پہ شاہ ہو رنگ بھرا۔ ہمیش ہار سدا بھلا ہو شاہ کھڑا
دکھا سکھ کا بھرا صفات بھرا تو اے خدا بن بکا سبھل جیوا کر یہ گن
ہی گانا ہم کو سکھا۔

(بادشاہ کا ہاتھ ملانا۔ ڈراپ سین کا آہستہ آہستہ گرنا۔ تماشے کا ختم ہونا)

تمام شد